



**FOUR EMINENT INDIAN SCHOLARS OF ARABIC
LEARNINGS: A CRITICAL STUDY**

*(1-Maulana Zulfiqar Ali 2-Maulana Aezaz Ali
3-Maulana Khalil Ahmad 4-Maulana Faizul Hasan)*

DISSERTATION SUBMITTED FOR THE DEGREE OF

Master of Philosophy

IN

Arabic Literature

BY

MOHD. NAJAM KHAN

**Under the Supervision of
Mr. Tariq Mukhtar**

**DEPARTMENT OF ARABIC
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH (INDIA)**

1991



عربی علوم و فنون کے چار ممتاز ہندوستانی علماء

— ایک تنقیدی مطالعہ —

(۱) مولانا ذوالفقار علی (۲) مولانا اعجاز علی
(۳) مولانا خلیل احمد سہارنپوری (۴) مولانا فیض الحسن سہارنپوری

مقالہ

برائے

ایم۔ فل (عربی)

نگراں :

پیش کردہ :

محمد نجم خاں جناب طارق مختار صاحب

Cambridge

شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۶۱۹۹۱)

DS- 2208



4/5/94



DS2208

CHECKED 2004

h

فہرست

مقدمہ

باب اول

۱	مولانا ذوالفقار علی
۱	نسل اور خاندان
۲	پیدائش اور تعلیم
۳	اولاد و احفاد
۴	ملازمت
۵	شادی
۶	اساتذہ
۷	مولانا مملوک علی
۱۰	مفتی صدر الدین آزرده
۱۱	وفات
۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱	رہائیت و تالیفات
	الارشاد شرح قصیدہ بابت سعادت
	عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ
	التعلیقات علی السبع المعلقات
	تہذیب الدرر شرح دیوان حماسہ

شہل البیان شرح دیوان مثنوی

الہدیۃ السنیۃ فی ذکر المدرسۃ الاسلامیۃ الدہلویۃ

۳۲

عربی ستاعری

۳۶

علمی و ادبی مقام

باب دوم

۳۶

اعزاز العلماء مولانا اعزاز علی

۳۹

مولانا کے علمی سفر کا ایک مختصر جائزہ

۴۲

مولانا کے چند مشہور اساتذہ مختصر تعارف

۴۳

مفتی کفایت اللہ

۴۳

حافظ محمد احمد

۴۳

مولانا مفتی عزیز الرحمن

۴۴

مولانا نور شاہ کشمیری

۴۵

تدریسی خدمات کا ایک جائزہ

۴۷

درسی خصوصیات

۵۱

مولانا کے چند مشہور تلامذہ

۵۲

مولانا مفتی محمد شفیع

۵۳

ادریس کاندھلوی

۵۳	_____	مولانا مناظر احسن گیلانی
۵۶	_____	حفظ الرحمن سیوہاروی
۵۷	_____	قاری محمد طیب
۵۸	_____	نفی عشق الرحمن
۵۹	_____	مولانا سعید احمد اکبر آبادی
۶۴	_____	مولانا منظور نعمانی
۶۶ - ۶ - ۸۶	_____	<u>تصنیفات برائے نظر</u>
	_____	نفی العرب
	_____	التعلیق علی دیوان المتنبی
	_____	حاشیہ دیوان حماسہ
	_____	ترجمہ ہندی قصیدہ اخلاقہ
	_____	ترجمہ ہندی قصیدہ لامہ
	_____	التعلیق علی نورد الابضاح (العربی)
	_____	شرح النقاء
	_____	کنز الدقائق
	_____	حاشیہ مفید البطلین
۶۷	_____	عربی شعری
۹۷	_____	علماء کی رائے

باب سوم

- ۹۸ _____ مولانا خلیل احمد سیارنپوری
- ۹۸ _____ نام و نسب
- ۹۹ _____ آپ کے مختلف نام
- ۱۰۰ _____ ابتدائی تعلیم
- ۱۰۱ _____ وطن کی طرف مراجعت
- ۱۰۱ _____ انگریزی تعلیم
- ۱۰۲ _____ دارالعلوم دیوبند کی روانگی
- ۱۰۳ _____ دیوبند سے سیارنپور
- ۱۰۵ _____ حدیث کی تعلیم
- ۱۰۶ _____ عربی ادب
- ۱۰۷ _____ حفظ قرآن
- ۱۰۸ _____ ندرسی خدمات
- ۱۱۷ _____ اخلاق و عبادت
- ۱۱۸ _____ نامور تلامذہ
- ۱۲۰ _____ مولانا ثناء اللہ امرتسری
- ۱۲۱ _____ النور شاہ کشمیری
- ۱۲۴ _____ بدر عالم میرٹھی
- ۱۲۵ _____ فاری سعید احمد اجراڑوی

۱۲۶	مولانا ادریس کاندھلوی
۱۲۸	اساتذہ
۱۳۹	اخلاق و عادات
۱۳۰	وقایع
۱۳۲ - ۱۵۰	نصائح
	برائے قاطع
	ہدایۃ الرشید
	تنبیہ الأذال
	بذل المجدود
	المطوفۃ الکرامۃ
	المہینہ
۱۵۱	مجموعہ علماء و مشائخ کی رائے
	وہائے

باب چہارم

- ۱۵۶ ————— مولانا فیض الحسن سہارنپوری تاریخ ولادت و حالات زندگی
- ۱۵۸ ————— ندر لہی خدمات
- ۱۶۰ ————— علم و فضل
- ۱۶۲ ————— اسانڈہ
- چند مشہور اسانڈہ کا مختصر تعارف
- ۱۶۳ ————— مفتی صدر الدین آزرده
- ۱۶۴ ————— شاہ احمد سعید مجددی
- ۱۶۱ ————— فضل حق خیر آبادی
- ۱۷۰ ————— نامور تلامذہ
- ۱۷۱ ————— عبد الجبار عمر پوری
- ۱۷۲ ————— عبد الرحمن سہارنپوری
- ۱۷۳ ————— عبد العلی میرٹھی
- ۱۷۵ ————— اسماعیل بن عبد الجلیل
- ۱۷۵ ————— محمد بن احمد لونگی
- ۱۷۶ ————— محمد حسین
- ۱۷۷ ————— محمد عرفان
- ۱۷۸ ————— مشتاق احمد انیسوی

۱۷۹	_____	تالیفات درصانیت
۱۸۰	_____	رسانیت پر ایک نظر
۱۸۱	_____	تحفہ صدیقیہ
۱۸۲	_____	شرح دیوان حماد
۱۸۳	_____	عروض المفاہ
۱۸۴	_____	حل ابیات بیضاوی
۱۸۵	_____	رباعی الفیض
۱۸۶	_____	تعلیقات جلالین
۱۸۷	_____	صوت المسکوتہ
۱۸۸	_____	دیوان حسان بن ثابت
۱۸۹	_____	مولانا کی شاعری کا جائزہ
۱۹۰	_____	نظم منہج
۱۹۱	_____	دیوان منہج
۱۹۲	_____	مثنوی صبح عید
۲۰۶	_____	آراء العلماء
۲۰۷	_____	مآخذ
۲۱۰ - ۲۱۵	_____	

مفتی محمد رفیع

مقدمہ

سرزمین ہند عرب تاجروں کے ذریعہ اسلام اور تعلیمات اسلام کی کرنوں سے منور اور ہر زمانے میں ماہرین علوم و فنون کی بڑی تعداد سے ہمیشہ معمور رہی ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت حکم بن ابوالعاصؓ صحابی رسولؐ کی اقتداء میں مسلمانوں کے اس سرزمین پر قدم پڑے تھے۔ تاہم اس کے ساحل ہند کا علاقہ مجاہدین کی جولانگاہ بن گیا تھا۔ اس کے بعد ہندوستان ادباء، محدثین اور فقہاء کا انفرادی و اجتماعی طور پر مرکز بن گیا۔

عربوں کے عہد میں سندھ علم و ادب کا سرچشمہ بن گیا تھا۔ محمد بن قاسم کے دور میں علم و ادب خوب پروان چڑھا۔ اس نے سندھ کے طول و عرض میں مساجد تعمیر کروائی۔ اور ان مساجد سے (جو بیک وقت اسلامی احکامات نافذ کرنے اور اسلامی ارکان کی تعمیل کا مرکز تھیں) ایسے باکمال علماء و ادباء نکلے جنہوں نے علمی دنیا میں اپنی عظمت کا لوہا منوایا۔ اسی طرح ہندی النسل مسلمانوں کی بلا واسطہ حضرات صحابہ، تابعین و تبع تابعین سے اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ علوم و فنون کو جذب و اخذ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری صدی ہجری میں جب عربی و فارسی ادب عربی محدثین کے روش بدوش ہندی علماء حدیث بھی نظر آئے ہیں۔ جن میں بیشتر وہ ہنسپاں ہیں جنہوں نے حضرات صحابہ و تابعین کی دہرائے آنکھیں روشن کی تھیں مثلاً (۱) عبدالرحمن الوزید بلمانی، (۲) امام مکحول سندھی، (۳)

ابومعشر نجیح بن عبدالرحمان سندھی ، «، عبدالرحمن سندھی ، ۵ - حارث بہلمان
۶ - معری سہلانی . وغیرہم ،

دوسری صدی کی طرح علم و فضل کا یہ فائدہ شہری اور چوتھی صدی ہجری
میں بھی فضل و سعادت کی جانب بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے . چنانچہ عبد
بن حمید ، محمد بن رجا ، احمد بن عبداللہ دیلمی وغیرہ چوتھی صدی کی وہ عبقری
ہستیاں ہیں جن سے حجاز و عراق و دمشق کے علماء و فضلاء نے روایتیں
کی ہیں . شہری صدی کے وسط میں اگرچہ سندھ میں عربوں کی بالادستی
ختم ہو گئی تھی . پھر بھی وہاں کے دو شہروں منصورہ و دیلم میں علی النریب
۲۱۶ ہج اور ۷۵۲ ہج تک اسلامی ریاستیں قائم رہیں . اس طرح یہ
سرزمین علوم و فنون کا گہوارہ بنی رہی .

اس خاکہ کے بعد مفید ہوگا کہ برصغیر کے عربی ادب کا مختصراً سرسری
جائزہ پیش کیا جائے . کیونکہ اسی سے ہماری زیر نظر و مطالعہ شخصیات وابستہ
ہیں .

ادباء و مؤرخین ' برصغیر کا عربی ادب چار ادوار میں تقسیم کرتے ہیں .
جن میں بالنریب ندرتاً عربی ادب کی ترقی ہوئی گئی !
پہلا دور ! ۷۱۳ ہج سے ۱۰۰۰ ہج تک کا ہے . اس دور کی مذہبی
ثقافتی اور علمی زبان عربی تھی .

دوسرا دور ! یہ دور ۱۰۰۰ ہج سے ۱۵۲۶ ہج تک محیط ہے . اس دور میں

عرب کی جگہ ہندی مشاغل کے لئے فارسی زبان رائج ہو گئی تھی۔ اگرچہ اس زبان میں بڑے بڑے ادباء و شعراء جنم لئے مگر مذہبی زبان اور مذہبی ادب عربی ہی میں رہا اور تحریر ہوا۔ اس عہد عربی زبان و ادب کی بڑی ترقی ہوئی۔ لغات، تفاسیر، عقائد، حواشی، کتب اور شروحات لکھیں جو اپنے نہیں سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

شیراویہ عہدِ مذہبی دورِ مغربی ہے۔ جو ۱۵۵۵ء سے ۱۸۵۷ء تک مشتمل ہے۔ یہ فارسی علم و ادب کا زریں دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں فارسی ادب ترقی پر پہنچ گیا۔ مگر علماء نے مذہبی علوم و فنون میں بطور وسیلہ عربی زبان ہی کو استعمال کیا۔ مذہبی علوم پر صدیوں تک جو کام ہوتا رہا وہ عربی میں تحریر کیا گیا۔ مثلاً ملا محمد جوہوری کی شمس بازغہ، عبدالحکم سہالکوٹی کی تفسیر بفتادی پر حاشیہ اور تفتازانی پر تبصرے اور علم معقولات پر متعدد کتب، مگر اٹھارہویں صدی عیسوی میں جہاں اسلامی شہنشاہیت کو زوال ہوا۔ وہیں عربی زبان و ادب کی سرپرستی میں کمی واقع ہوئی۔ تاہم کہ اٹھارہویں صدی میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ آجاءِ دین و ملت کے سلسلہ میں حجۃ اللہ البالغہ کی صورت میں جو کام کیا اس کی مثال پوری صدی میں نہیں ملتی۔ اس کتاب میں نفسیاتِ مذاہب سے ہی نہیں بلکہ ماورائیت سے بھی پورے استدلال سے نکتہ آرائی کی ہے۔ اور ذاتی اخلاقی اقدار اور

اور معاشرتی تفاعلوں میں جو ربط انہوں نے ظاہر کیا ہے وہ جدید علمی تفاعلوں کو پورا کرتا ہے۔ انیسویں صدی میں مولانا عبدالحیٰ فرنگی محلی نے نثریہ الخواطر لکھ کر عربی زبان و ادب کی کتب متذکرہ میں خاطر خواہ اضافہ کیا۔ جن کو ہم عربی ادب میں اس صدی کی ایک معتبر و مستند مثال کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

اسی صدی میں ایک متبحر اور مابہ العالم نازک علی آزاد بلگرامی پیدا ہوئے۔ ان کی عربی شاعری و ادب میں مہارت نامہ کی وجہ سے ان کے عربی قصائد عرب دنیا میں آج تک مقبول ہیں۔ ان کے ساتھ مرتضیٰ علی زبیدی بلگرامی (م - ۱۸۷۰ء) کا نام بھی عربی زبان و ادب میں روشن نام ہے۔ اسی طرح محمد اعلیٰ ٹھانوی نے ”کشاف اصطلاحات الفنون“ لکھی۔ اور نواب صدیقی حسن خاں نے ”اجد العلوم“ تفسیر بیان القرآن وغیرہ سیکڑوں کتابیں لکھیں۔ شاہ ولی اللہی سلسلہ سے مسلسل حنبلیہ علم و فضل اور حدیث و ادب سے خط سہارنپور و دہلی بند بھی مرکز علم و ادب رہا ہے۔ اس سرزمین سے بڑے بڑے جید و ممتاز علماء جنم لئے۔ اور عربی زبان و ادب پر کارہائے نمایاں انجام دیے۔ مثلاً مولانا محمد حسن نانوتوی، احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا اشرف علی ٹھانوی، فخر الحسن دہلوی، قاسم نانوتوی، وغیرہ وہ کبار علماء ہیں جو عربی ادب و زبان پر یدِ طولیٰ رکھتے

اسی سرزمین سے چار ممتاز پیشانیوں مولانا اغزاز علی، مولانا خلیل احمد مولانا فیض الحسن، اور مولانا ذوالفقار علی، بھی تعلق رکھتے ہیں جن کی عربی زبان و ادب پر گراں قدر خدمات اور کارہائے نمایاں ہیں۔

ہم نے اپنے مقالہ کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں چاروں علماء کی علمی، ادبی اور فکری گوستوں کو اجاگر کیا ہے۔

پہلا بُے مولانا ذوالفقار علی پر مشتمل ہے۔ جو بیسویں صدی کے ایک عظیم عالم و ادیب ہیں۔ مولانا کی براہ راست عربی ادب پر نو لکائی کوئی کتاب نہیں ہے۔ البتہ آپ نے متعدد کتابوں پر عربی حواشی اور ان کی سُر وحات تحریر کی ہیں۔ جن سے آپ کی عربی بخت پر روشنی پڑتی ہے علاوہ ازیں آپ نے عربی ہی میں لغارف نامہ کے طور پر دارالعلوم دیوبند کی تاریخ، مضائد و مرانی پر مشتمل کتابچہ تحریر کی ہے۔ اور عربی تراجم بھی قابل ذکر ہیں۔ مولانا کا عربی اسلوب نہایت سادہ و شگفتہ ہے۔ شرح دیوان مثنوی کے شروع میں ایک ملبوط و پراز معلوماً مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ نشر کے علاوہ آپ کو نظم و شعر سے بھی خاصا ربط تھا آپ کے مضائد و مرانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا اسلوب شعر و سخن عرب شعراء کی یاد دلاتا ہے

دوسرا باب ! مولانا اعجاز علی کی زندگی اور ان کے علمی و ادبی کارناموں پر مشتمل ہے۔ مولانا کی پوری زندگی عربی زبان و ادب کے ارد گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ ان کو عربی ادب سے حد درجہ لگاؤ تھا۔ مقالہ تحریری عربی ادب کی مشکل و مغلق کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ آپ نے اس کتاب کا بحسن خوبی درس دیا۔ اور اس کی نحوی و لغوی تحقیق و تشریح کی۔ جو آج مطبوعہ شکل میں افاضات کے نام سے جالما جالما ہے اسی طرح دیوان مثنوی کا حاشیہ میں، ترجمہ و تشریح تحریر کیا ہے۔ ایک کتاب براہ راست عربی ادب پر نفی العرب کے نام سے لکھ کر کمال فن و ادب کا ثبوت دیا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ ادب عربی میں آپ کا نام سنہرے حروف میں لکھا جاتا ہے۔ اب تک مولانا کی زندگی پر دو کتابیں (تذکرۃ الاعجاز - مولانا انظر شاہ کشمیری اور حیات اعجاز - مولانا عبدالاحد فاسمی مونگیری) معرض وجود میں آئی ہیں۔ تاہم ان دونوں سوانحی خاکوں کو باہر طور نشہ کیا جاسکتا ہے کہ ان میں آپ کی علمی و ادبی خدمات پر کوئی معتدبہ تذکرہ تبصرہ نہیں ہے۔ میں نے اپنے مقالہ میں اس نشہ پہلو پر بطور خاص روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

تیسرا باب ! مولانا خلیل احمد پر مشتمل ہے۔ آپ کا شمار سیار پور

کے محدثین عظام میں ہوتا ہے۔ مولانا نے بذل المجہود کے علاوہ عربی میں

متعدد رسالے لکھے ہیں۔ مولانا ذوالفقار علی کی طرح آپ کی بھی عربی زبان و ادب پر مستقل کوئی کتاب نہیں ہے۔ البتہ مولانا نے بذل المجہود فی شرح السنن لابی داؤد (عربی) لکھ کر اپنا نام علماء سلف کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ کیونکہ آپ نے موجودہ روش سے ہٹ کر محدثین سلف کے انداز و اسلوب پر مثبت پہلو سے لکھا ہے۔ گرچہ یہ عظیم تصنیف فن حدیث پر ہے تاہم اگر اس کا بحیثیت ادب مطالعہ کیا جائے تو انداز تحریر سگفتہ اور سلیس، زبان وضاحت و بلاغت سے معمور اور معانی سے مملو نظر آتا ہے۔ گر مولانا کو دیگر مصروفیتوں سے فرصت ملی ہوئی تو توقع تھی کہ عربی ادب پر خاطر خواہ اضافہ ہوا ہوگا۔

چوتھا باب ! مولانا فیض الحسن پر مشتمل ہے آپکا بھی ضلع سیارہ سے تعلق ہے۔ میں نے آپ کے منتشر و ناباب شاگردوں کی فہرست مرتب کی ہے۔ معاً آپ کی ناباب کتابوں کا انکشاف کیا گیا ہے۔ آپکی سوانح پر ایٹک کوئی کتاب یا مرتبہ رسالہ نہیں ملتا، شاید پہلی کوشش ہوگی کہ مولانا کے علمی و ادبی کارناموں کے ساتھ سوانحی خاکہ بھی یکجا صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مولانا کو عربی نثر پر عبور حاصل تھا۔ اسی طرح عربی شاعری پر مملکہ تھا آپکا دیوان الفیض اسکی جتنی جاگزیں مثال ہے

جی

مجھے اپنے کام کے دوران اسٹاذ محترم جناب طارق فخری صاحب
کی مکمل رہنمائی حاصل رہی ہے۔ مختلف موقعوں پر میری الجمعوں کو
انہوں نے کمال شفقت سے دور کیا ہے، میں ان کا درجہ ممنون ہوں۔
اسٹاذ مکرم پروفیسر عبدالباری صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،
پروفیسر محمد راشد ندوی ڈاکٹر ظہور الحق، ڈاکٹر کرنل احمد قاسمی
اور دیگر (ساتھ) کا بھی مشکور ہوں جن کے حوصلہ افزا کلمات
اور گراں قدر مشوروں سے مجھے بڑا سہارا ملا ہے۔
اور اپنے احباب میں محمد شاہد اسلم، عبدالحق و صفائی العاصمی
عبدالحمی، عبدالحمات ندوی کا بھی مشکور ہوں کہ ان لوگوں نے مجھے مکمل
تعاون دیا۔ لائبریری شعبہ عربی و اسلامیات اور آزاد لائبریری مسلم
یونیورسٹی علی گڑھ کے کارکنان کا بھی مشکور ہوں، کہ انہوں نے
کتابوں کی فراہمی کے علاوہ ہمیشہ خلوص و محبت کا مظاہرہ فرمایا۔

محمد نجف خاں

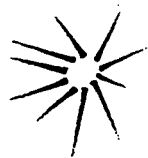
الباب الاول



مولانا زوالفكار علي



حياتنا في علمي وادبي



ہو لانا ذوالفقار علی دہلوی

نسل اور خاندان

قصبہ ”دہوبند“ بوٹی کے ضلع سیارپور میں واقع ہے۔ یہ شرفاء کا قصبہ زیادہ تر صدیقی، فاروقی، اور عثمانی شیوخ پر مشتمل ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ کافروں کی بستی تھی جس کا ثبوت یہاں کے قدیم منار ہیں۔

قدیم تذکرہ ”نایبۃ المقامات“ میں اس کے پرانے مندر ”دہلوی کند“ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس میں لکھا ہے ”دہلوی موضع است از مضائق

سیارپور“ (۱) یہ قصبہ اکابر مشائخ کی قیامگاہ رہا ہے۔ چنانچہ سید احمد شہید رحمہ اللہ نے یہاں کافی عرصہ تک قیام کیا ہے۔ اور ان کے رفقاء افکار

بھی رہے ہیں، قابل ذکر ناموں میں مولانا سید مقبول احمد، مولوی شمس الدین

شیخ رجب علی، شیخ منور علی، مولوی بشیر اللہ، مولوی زفر الدین، شیخ عبدالرزاق

شیخ حفیظ اللہ ہیں۔ سید احمد شہیدؒ سے بہت سے لوگ مرید ہوئے جن

کی اولاد میں سید محمد عابد، شاہ رفیع الدین، مولانا ذوالفقار علی، مولانا مہتاب علی

ہیں۔ مولانا ذوالفقار علی کا دہوبند کے عثمانی شیوخ سے نسبی تعلق ہے یہ سلسلہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد شیخ فتح علی، آپ

پن ہجائی مولانا مہتاب علی، مولانا ذوالفقار علی، مولانا مسعود علی ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کے بڑے بھائی مولانا مہتاب علی نے عربی کالج دہلی میں اساتذہ العلماء مولانا مملوک علی سے تعلیم حاصل کی۔ ان کا مقام زیادہ تر دیوبند میں رہا۔ ان کا شمار مدرسہ عربیہ دیوبند کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے مادم حیات مدرسہ کی ترقی کے لئے جدوجہد کی۔ دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم مولانا محمود حسن (شیخ الہند) نے ابتدائی فارسی اور عربی کی کتابیں آپ سے پڑھیں۔

دیگر بھائیوں کے بارے میں تفصیلات یہیں ملتیں۔

پیدائش اور تعلیم :

مولانا ذوالفقار علی ۱۲۲۷ھ میں بمقام

دیوبند پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دیوبند میں حاصل کی بعد ازاں اس وقت کے مشہور عربی کالج دہلی میں داخلہ لیا۔ یہاں اساتذہ العلماء مولانا مملوک علی نانوتوی اور مفتی صدر الدین آزاد سے استفادہ کیا۔ اور وہاں سے تعلیم مکمل کر کے بریلی کالج میں ملازم ہو گئے۔

مولانا عبدالحی الحسینی نے ان سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے

ان کی سوانحی و علمی تفصیلات یوں لکھی ہے۔

” الشیخ الفاضل ذوالفقار علی بن فتح علی الحنفی الدیوبندی احد العلماء —

المشہورین فی الفنون الأدبیۃ . ولد ونشأ بدیوبند ، وسافر للعلم الی دہلی فقراء الكتب الدرسۃ علی مولانا مملوک علی نانوتوی ، والمفتی صدر الدین الدہلوی

ولازمہا ملازمۃ طوبیٰ ، حتی برع وفان اقرانہ فی المعانی والبیان والنحو
 وفرض الشعر ، وقد نفسش المدارس الابتدائیہ من نلفاء الحكومة ، فاستمر علی
 ذلك سنین ، واجل الی المعاش ، لقیته 'بدوبند' فوجدته جبراً ماہراً
 بالفنون الأدبیة بین الکھول والشجوخۃ " (۱)

اولاد و احفاد

آپ کے اولاد و احفاد میں ساٹھ افراد ہیں . آپ کی دو صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے
 ہیں . (۱) مولانا محمود الحسن (شیخ الہند) (۲) مولانا حامد حسن (۳) حکیم محمد حسن
 (۴) مولانا محمد محسن ،

(۱) مولانا محمود الحسن ، اکابر دیوبند میں سے سیاسی مصروفیت کے ساتھ دارالعلوم سے
 ہمیشہ تعلق اور سرپرستی رہی .

(۲) حامد حسن (مولانا) ان کی ملازمت کا بیشتر وقت ضلع بجنور میں گزرا (م ۱۳۲۹)
 (۳) مولانا الحاج حافظ حکیم محمد حسن نے از ابتداء تا انتہا دارالعلوم دیوبند ہی میں
 حصول علم کیا . ۱۲۹۰ھ میں فراغت ہوئی کچھ دنوں گنگوہ میں مقیم کر کے
 سابقہ حدیث مولانا دستہ احمد گنگوہی سے پڑھا . بعدہ دہلی چلے گئے جہاں
 علم حکمت و طب حکیم عبدالمجید خاں سے حاصل کی . مولانا گنگوہی سے شرف
 بیعت بھی ملا ، ۱۳۰۲ھ میں دارالعلوم دیوبند ہی میں بحیثیت اساتذہ طب
 تقرر ہوا . ان کے ذمہ طلباء کے علاج و معالجہ کے علاوہ تفسیر حدیث اور فقہ

(۱) نزہۃ الزوار ص ۱۲۰

(۲) حیات شیخ الہند ص ۷

کی کتابیں پڑھانا تھا۔ ۱۳۳۳ھ ردداد دارالعلوم میں دوبارہ آنیوالا تھو پر ہے
 کہ " دارالعلوم کو ایک ایسے عالم کی ضرورت تھی جو علوم اسلامہ کے
 علاوہ طب کی تعلیم بھی دے سکے۔ اور حسب ضرورت طلباء کی مداوت بھی کر
 سکے، اس ضرورت کے تحت ۱۳۰۲ھ میں ان کا تقرر ہوا۔ اور اس وقت
 سے برابر درسی کتب کی تدریس کے علاوہ طب کی تعلیم اور مطب کی خدمت
 بھی انجام دیتے ہیں۔ (۱)

مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے چنانچہ بقول مولانا
 اصغر حسین دیوبندی " مالٹا سے خطوط میں سب سے پہلے خاندان کو ان کی
 تعظیم والیامت کی ناکہ فرماتے تھے، (۲)

دارالعلوم میں ۲۳ سال علمی و طبی خدمات انجام دیتے رہے اور ۱۵
 ربیع الاول ۱۳۲۵ھ میں وفات پائی، اور قبرستان قاسمی میں آسودہ خاک
 ہوئے؛

(۲) مولانا رحمہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے حافظ محمد محسن صاحب کے متعلق مولانا
 اصغر حسین لکھتے ہیں " شیخ الہند رحمہ اللہ ان کو سب سے چھوٹا بھائی ہونے کی
 وجہ سے نہایت عزیز رکھتے تھے اور بزرگان و پدرانہ شفقت اور ضروری نصائح
 فرماتے تھے، ان کو بھی شیخ الہند^۳ سے غایت درجہ الفت و عقیدت تھی، آپ
 کے زمانہ اسپری میں زار و قطار روہا کرتے تھے اکثر عمر میں مشغول ملازمت رہا۔

^(۱) ردداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۳۳ھ
 (۲) حیات شیخ الہند ص ۸

شیخ الہند مولانا محمود حسن

دارالعلوم دہلوی کے سب سے پہلے شاگرد حضرت شیخ الہند کی پیدائش آپ کے والد مولانا ذوالفقار علی کے انسپکٹر آف اسکولس کی سرکاری ملازمت کے دوران دہلوی سے باہر بریلی میں قیام کے دوران بریلی میں ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ اظہار مسرت کرنے ہوئے والد بزرگوار نے "محمود حسن" نام رکھا۔

ابتدائی تعلیم اپنے مشہور عالم چچا مولانا مہتاب سے حاصل کی۔ قدوری و شرح تہذیب پڑھ رہے تھے کہ دارالعلوم کا قیام محل میں آیا آپ اس میں داخل ہو گئے ۱۲۸۶ھ۔ نصاب دارالعلوم کی تکمیل کے بعد حضرت نانوتوی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ بعد ازاں فنون کی بعض اعلیٰ کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ ۱۲۹۱ھ میں دارالعلوم میں مدرس قیام کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ اور تدریجاً ۱۳۰۸ھ میں منصب صدارت پر فائز ہوئے۔ ۱۲۹۲ھ میں ہمراہ حضرت نانوتوی مشرف بہ حج ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے فیض تعلیم نے مولانا نور شاہ کشمیری، عبد اللہ سندھی، مدفوع انصاری، حسین احمد مدنی، کفایت اللہ دہلوی، شبیر احمد عثمانی، اصغر حسینی دہلوی، سید فخر الدین احمد، اغزاز علی، ابراہیم بلیاوی، مناظر حسن گیلانی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مشاہیر اور نامور علماء کی جماعت شہادت کی خصوصیات درس کی ایک جھلک مولانا عبد اللہ سندھی کے لفظوں میں "میں نے حضرت شیخ الہند سے حضرت مولانا فاسم کی حجۃ الاسلام پڑھی" کتاب پڑھتے

(۱) مولانا رحمان علی، ترجمہ محمد البوب قادری، تذکرہ علمائہند ص ۶۶

(۲) تذکرۃ الخلیل (مولانا عاشق الہی بریلی) ص ۱۱۰

ہونے کبھی کبھی یوں محسوس کرنا کہ جسے علم اور ایمان پرے دل میں اوپر سے نازل ہو رہا ہے (۱)

پہلی جنگ عظیم ابھی شروع نہیں ہوئی تھی مگر اس کے آثار سلطنت عثمانیہ کے خلاف اعضاء جنگ کی شکل میں نمایاں تھے بالآخر ۱۹۱۲ء میں جنگ چھڑ گئی۔ ۱۹۱۱ء ترکی حکومت کے خانہ کلبے خفیہ سازش و معاہدہ ہوا۔ شیخ الہند اس زمانے میں مسلح انقلاب کے ذریعہ انگریزی اقتدار کے خانہ کلبے وسیع منصوبہ بنارکھا۔ اگست ۱۹۱۴ء میں اسی سے متعلق واقعات ریشمی خطوط کا انکشاف ہو گیا۔ مجوزہ اسکیم کو کامیاب بنانے کلبے حجاز سفر کے دوران والی مکہ نے بہ ایماء انگریز آپ کو ۱۳۳۵ھ میں گرفتار کر کے جدہ پھر مالٹا لے جایا گیا۔ سواہن سال بعد ۱۹۲۰ء میں رہائی کے بعد دہلی بندہ پہنچے۔ سیاسی سرگرمیوں کے دوران پیرانہ سال میں خرابی صحت پر ڈاکٹر مختار انصاری کے یہاں دہلی لے جایا گیا لیکن وقت موقوف آچکا تھا بالآخر ۳ نومبر ۱۹۲۰ء کی صبح کو عازم ملک بقا ہو گئے۔

آپ کا علمی سرمایہ ۵ کتابیں ۵ فتاویٰ ۵ تقریریں ۵ شاعری پر منقسم، بقول مصنف تذکرہ شیخ الہند "کتابی سرمایہ ۱۔ ادلہ کاملہ ۲۔ البصاح الادلہ ۳۔ احسن القری ۴۔ الجہد المفلح ۵۔ افادات محمودیہ ۶۔ الابواب التراجیم ۷۔ کلمات شیخ الہند ۸۔ حاشیہ فقہر المعانی ۹۔ تصحیح ابی داؤد ۱۰۔ فتاویٰ ۱۱۔ ترجمہ قرآن



(۱) شاہ ولی اللہ اردان کی سیاسی تحریک ص ۲۶۳

(۲) تذکرہ شیخ الہند (مفتی عزیز الرحمن) ص ۲۴-۲۵

ملازمت !

فراغت کے بعد بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے ، چند ہی سالوں میں حکومت کی طرف محکمہ تعلیم میں انسپکٹر مدارس کی حیثیت سے تقرر ہو گیا ۔
اور چونکہ آپ مغربی علوم سے واقف تھے اس لئے پٹنن پائے کے بعد دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ بنا دیے گئے ، آپ نے بہت ہی دلجمعی کے ساتھ اپنا فرض پورا کیا ۔
مگر آخری چند سالوں میں استعفیٰ دے کر گوشہ نشینی و سبکدوشی حاصل کر لی ۔ دوران ملازمت علم و ادب سے رشتہ برقرار رہا ۔ اور مختلف کتابیں بھی تحریر کیں ، (۱)

شادی

مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کی شادی دیوبند کے ایک معزز شخص شیخ بوعلی بخش صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی آپ نہایت نیک اور شریف طبیعت کی حامل تھی ۔ مولانا اصغر حسین کے لفظوں میں ،

ان کی حسن نیت سے گھر میں ہر طرف خیر و برکت کا ظہور تھا ۔ مال و عزت کے علاوہ جیسی قابل رشک اولاد میں مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ جیسی عطا فرمائی ، ایسی عظمت دنیا میں شاد و نادر ہی نصیب ہوئی ہے ۔ دو صاحبزادیاں

(۱) تذکرہ شیخ الہند ، شیخ الہند حیات اور کارنامے ص ۱۶

(اقبال حسن خان)

(مفتی عزیز الرحمن)

نہایت عقیقہ دیندار صالح ، منتظم ، چار صالح عالم دین ہنر دہنوی عظمت کے حامل
صاحبزادے آپ کو خدا نے پاک نے عطا کئے تھے : (۱)



اساتذہ

آپ کے اساتذہ ہیں مولانا مملوک علی نانوتوی ۔ اور
مفتی صدر الدین آزرہ ہیں ، ذیل میں مختصر تعارف

* مولانا مملوک بن حکیم ، نانوتہ کے شیخ زادگان سے ہیں ۔ دہلی میں مولانا
رستید الدین کے شاگردوں میں تھے دہلی کالج میں عرصہ تک مدرس رہے ۔
تخریر اقلیدس کا اردو میں ترجمہ کیا ۔ مولوی عبدالحق کے مطابق !
" مولانا مملوک جید عالم تھے ، طول و عرض ان کے علم و فضل کا شہرہ تھا ،
مولوی کریم الدین کی " طبقات الشعراء " کے حوالے سے !

" مدرس اول مدر دہلی عالم بے بدل اور متقی بے مثل اور فاضل کامل ہیں ۔
عہدہ ہر مولوی بہ مشاہیرہ سورج ماہواری مدرسے میں مقرر ہیں ۔ حق
یہ ہے کہ اس فاضل کی جیسی قدر ہونی چاہئے تھی واپسی نہیں کیوں
کہ اچھے عمدہ فاضل بہت کم ہوتے ہیں ۔ اور واقع میں بنائے مدرس عربی
ان کی ذات سے مستحکم ہے ؛ فارسی اردو اور عربی تینوں میں

مدرسہ کو ان کی ذات سے آشنا فیض ملا کہ شاید کسی زمانہ میں کسی استاد سے آشنا ملا ہو۔ اگر ان کو معدنِ علم اور مخزنِ اسرار کہا جائے تو بجا ہے۔ کوئی کتب کسی فن سے متعلق ہو حفظ پڑھا دیں گے، گو پاک حفظ کر رکھی ہے۔ اسی لئے رات دن مدرسے کے علاوہ ان کے گھر طلبہ پڑھتے تھے، * اور وہ خلیفہ اس طرح ہیں کہ کسی سے انکار نہیں کر سکتے، سب کو پڑھانے ہیں..... ذکی ذہین نیز فہم محقق اور دقیقہ سنج ہیں۔ (۱)“

مولانا عبد اللہ سیدھی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے !

”آپ فقہ، عربی اور دوسرے علوم و فنون میں اپنے زمانے کے علماء سے ممتاز، دہلی کالج میں اپنے استاد مولانا رشید الدین کے بعد مدرس کا منصب دیا گیا، آپ کے شاگردوں میں مولانا مظہر نانوتوی، شیخ الاسلام مولانا محمد فاسم نانوتوی، عبدالرحمن بانی پٹی، احمد علی (محمدت سہارنپوری) سہارنپوری، رشید احمد گنگوہی، شیخ محمد معتد بہ ابن مملوک علی، سید احمد دہلوی بانی جامعہ علی گڑھ، نذیر احمد (مترجم قرآن) ذکاء اللہ، اور دوسرے نامور اہل علم کو ان کی شاگردی کا شرف و فخر حاصل ہے۔“ (۲)

سر سید احمد خاں نے ان کی علمی عظمت کو یوں بیان کیا ہے ۔

» علم معقول و منقول میں اس تعداد کامل اور کتب درجہ کا ایسا اختصار

(۱۱) طبقات شعراء ہند ، مولوی کریم الدین

(۱۳) مفتی صدر الدین آزاد

ہے کہ اگر فرض کرو کہ ان کتابوں سے گنجینہ عالم خالی ہو جائے تو ان کے لوح محفوظ سے پھر ان کی نقل ممکن ہے: (۱)

مولانا مملوک علی کا ۱۲۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ اور آپ مقبرہ ولی اللہ دہلوی میں آسودہ خواب ہوئے۔

(۲) مفتی صدرالدین آزرده

مفتی محمد صدرالدین خاں صدرالصدر دہلوی آزرده آپ تمام علوم صرف، نحو، سطق، حکمت، ریاضیات، معانی، بیان، ادب، النساء، فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ میں بد طولی رکھتے تھے اور درس بھی دیتے تھے آپ کے آباء واجداد کاشمیر کے اہل بیت علم و صلاح سے تھے مگر آپ کی ولادت ۱۲۰۲ھ میں دہلی میں ہوئی علوم نقلیہ و حدیث وغیرہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے بھائیوں سے حاصل کی، اور ان سے سندیں لیں، اور فتون عقیلہ کو مولوی امام خیر آبادی والد مولوی نقل حق سے اخذ کیا۔ اس کے علاوہ شیخ محمد اسماعیل دہلوی نے بھی آپ کو سند حدیث کی اجازت لکھ کر دی۔ آخری عمر میں ایک دو سال مرض فالج میں مبتلا ہو کر اکتالیس سال کی عمر میں یوم پنجشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں فوت ہوئے مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کے علاوہ مولانا فقیر محمد حلبی، سرسید احمد خاں، نواب یوسف علی خاں والی رام پور، نواب صدیق حسن خاں، قاسم نالوتوی، رشید احمد گنگوہی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

کتابوں میں رسالہ منشی المقال فی شرح حدیث لانتہ الرجال، در المنفود فی حکم امرأہ المفقود

وغیرہ ہیں (۱) بحوالہ مولانا عبید اللہ سندھی! شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء ص ۲۱

وفات

مولانا رحمہ اللہ کی ۱۳۲۲ ھ بمطابق ۶ ۱۹۰۲ء یوم دوشنبہ بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ مولانا قاسم نانوتوی کے پہلو میں مزار قاسمی میں آسودہ خواب ہیں، آپ کے بائیں پہلو مولانا احسن نانوتوی کی قبر ہے۔ آپ کی وفات سے خالوادہ علم داد ب دسریشتہ دارالعلوم دیوبند کو گہرا رنج و فلق ہوا، خاقانی ہند مولانا فضل الرحمن عثمانی (والد ماجد مولانا حبیب الرحمن عثمانی) نے وصال پر ملال سے متأثر ہو کر درج ذیل قطعہ تاریخ وفات تحریر فرمایا :

صاحب جاہ و مراتب مولوی ذوالفقار ۰ آنکہ حسب فضل اور فہم بعالم سوسو
آنکہ زینب اہل علم و فخر اہل شہر بود ۰ نیک سیرت نیک نیت نیک خو
ذوالفقار کرد مش شد نامور فتح علی ۰ در بنام خاک داد از اس جہاں پور
لاغنی الا علی لاسف الا ذوالفقار ۰ در مقام مدح گویا گفتم شد در شان او
بود ارفع بالئی ہی احسن از وصف ولے ۰ آرے دم طائر دو بود خلق نکو
زندگانی کرد در دنیا چوں خلق حسن ۰ آفرین از خلق باد و رحمت از خالق پرو
بانثرہ تاریخ بودہ از رجب وقت سحر ۰ سال ہجری یکہزار و سہ صد و بیست و دو^{۱۳}
بود کان کان سرمایہ فخر جہاں با صد نشاط ۰ عازم جنت بشد زب خاکدان پُرور
سال نفل او خراشیدہ زعم رو ۰ عاش محمد احمد مات مشہود امکو^{۱۳۲۲} (۱)

(الآخرہ)

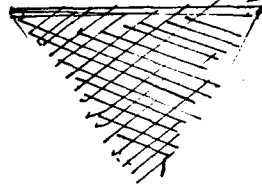
تصانيف

- ① عطر الورد شرح قصيده برده
- ② الارشاد شرح قصيده مانت سعاد
- ③ تسهيل الدراسة شرح ديوان الحماسة
- ④ التعليقات على السبع المعلقات
- ⑤ تسهيل البيان شرح ديوان المتنبي
- ⑥ تذكرة البلاغة في المعاني والبيان
- ⑦ الهدية السنية في ذكر المدرسة الاسلاميه الديوبندية
- ⑧ تسهيل الحساب في اصول ومبادئ الرياضيات



تصنیفات و تالیفات

شروحات و حواشی



سرزمین دیوبند اپنے علمی ادبی اور دینی کارناموں

کی وجہ سے ہمیشہ ممتاز رہی ہے۔ لہذا علماء دیوبند نے عربی ادب کے فروغ میں مختلف زبانوں کے مشہور و معروف شعراء کے شعری مجموعے اور دیوانیں پر حاشیے اور شروحات لکھنے میں خاصہ دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ مشہور ادبی کتابوں کے سلسلے میں جو دارالعلوم میں نصاب تعلیم کا ایک جزء شمار ہوتی ہے جن میں سبعہ معلقہ، دیوان مثنوی، حماسہ لابی تمام، اور مقامات حریری وغیرہ قابل ذکر کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس پیش قدمی کا مختصر سا جائزہ حوالہ مطالعہ ہے۔

شرح قصیدہ "بانت سعاد"

تعارفِ شرح سے قبل بہتر یہ کہ قصیدہ بانت سعاد کی قدر و وضاحت ہو جائے شعراء مختصر میں میں سے مشہور شاعر کعب بن زہیر کی بیزبانی و گستاخی کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مباح الدم قرار دیدیا تھا۔ ابن زہیر کو خبر ملنے پر طلبِ معافی کی غرض سے "قصیدہ بانت سعاد" تحریر کر کے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ آپ کے دوبرو قصیدہ پڑھنے ہوئے جب اس شعر پر پہنچا

ان رسول اللہ کنور یستفاد بہ ۛ مہتد من سیوف اللہ مسلول

ترجمہ: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) منارہ نور ہیں جس سے روشنی منسعار لی

لی جاتی ہے ۔ خدا تعالیٰ کی سنتی ہوئی ، ہندوستانی تلوار پر !
 تو نبی پاکؐ نے سن کر اپنے جسد اطہر و منور سے چادر مبارک اُتار کر اسے عنایت
 کر دی ؛

اس قصیدہ کی عظمت و رفعت کی بنا پر متعدد شروحات لکھی گئیں۔ قابل
 ذکر میں شیخ ابراہیم الباجوری اور امام ابن الہمام کی شروحات ہیں:
 بنا بریں علماء ہند کیلئے مرکز توجہ رہی چنانچہ یہاں بھی اس پر حواشی
 و شرحیں لکھی گئیں ؛ چنانچہ مولانا ذوالفقار علی دہلوی رحمہ اللہ نے علامہ ابراہیم
 الباجوری کی تالیف کردہ شرح کی بغرض تلخیص عربی زبان میں تلخیص کی ۔ اور اسی
 محقق ابن الہمام کی شرح سے استفادہ کرتے ہوئے اضافہ کیا۔

• اضافی طور پر عربی مجموعہ کا اردو میں ترجمہ کیا ؛
 • ہر شعر کے ممکنہ مطالبہ معانی کا تذکرہ کیا ؛
 • لبسا و قوافی بعینہ مضمون یا مضمون سے ملتے جلتے اردو اور فارسی اشعار کا اضافہ کیا۔
 • کہیں تو ایک عربی شعر کی تشریح و تعبیر میں ۵، ۶، ۷ اشعار اردو و فارسی
 کے دیئے گئے ہیں ۔ جس سے تفہیم معانی میں آسانی اور شارح کے عبور اور متعدد
 زبانوں پر دسترس کا پتہ چلتا ہے ۔ فارسی کیلئے بھی سامان دلچسپی فراہم ہوتا ہے
 آپ رحمہ اللہ کے انداز بیان کی وضاحت کیلئے ایک مثال پیش ہے ،

وعدہ و انتظار کے ذیل میں

وَلَا تَمْسُكْ بِالْوَعْدِ الَّذِي رَعِمْتَ ۝ الْاَلَمَاتُ مَسْكَ الْمَاءِ الْغَرَابِلِ

» (محبوب) قول و قرار سے بچتے ہوئے وعدے کا پاس (لحاظ) نہیں رکھتی ،
 مگر اتنا ہی جتنا کہ چھانی پانی کا خیال رکھتی ہے (یعنی بالکل خیال نہیں رکھتی) «

۲۔ فلا یغرنک ما مننت ما وعدت ۛ ان الامانی والاحلام تضلیل

مہنیں اس کے وعدے اور اسکی لجاہت دھوکے میں نہ ڈال دے ،

تمہاری تمام آرزوئیں اور خواب شیریں محض ریت کا ٹودہ ہیں ،

۳۔ کانت مواعید عرقوب لہا مثلاً ۛ و ما مواعیدھا الا الابطال

عرقوب کے قول و قرار اس (محبوب) کے وعدہ کی ایک ادنیٰ مثال ہے ، (۱)

اس کے وعدے (وصال) کہا ہیں ، کہ جھوٹ کا پلندہ ہیں ۔

سارح رحمہ اللہ نے شرح اشعار کی ذیل میں وضاحت معانی و مطالب کی غرض سے دو زبان

اردو و فارسی کے اشعار درج کئے ہیں ؛ عربی ترجمہ بایں طور کیا ہے !

یا من لہ قلب کالبحر فی القساوۃ ، ما جئت . وقد مرضت عیناہ و نعتجرت ،

۱۔ ” ہائے وہ صنم جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہے ، تو آئی نہیں اور (انتظار کرتے کرتے)

میری آنکھیں بیمار ہو گئیں اور پتھر اگئیں ؛

۲۔ ہائے بے رحم جسے اپنے وعدہ کا انفاء یاد نہیں رہتا ، اس لذت سے تمہارا انتظار

کرنارہا کہ پوری رات دروازہ بھی بند نہ کیا ؛

۳۔ محبوبہ کے انتظار میں مجھے ایسی لذت محسوس ہوئی ہے جو کبھی بھی ملاقات میں

نہیں ملی ؛

۴۔ تم برابر درودلوار کو نکتے جا رہے ہو اس لئے کہ تمہیں محبوبہ کے انتظار میں لذت ملی ہے ۔

” انک وعدت بالسماح لی بتقبیلک مرتین ”

تم نے آغاز محبت کے موقع پر مجھ سے دو مرتبہ بوس دکنار کا وعدہ کیا تھا ،

لیکن تمہارے وعدے کو اب تک ایک عرصہ دراز بیت گیا ، اور میں دونوں

بوسوں سے محفوظ نہ ہو سکا ، بلکہ ایک سے بھی لطف اندوز نہ ہو سکا ۛ

عربی اشعار کے ہم مثل و ہم معنی اردو و فارسی کے اشعار بھی تحریر کئے گئے ہیں جو ذیل میں پیش ہیں ۔

(۱) تو نہ آیا آگئیں آنکھیں مری ہ سنگدل پتھر آگئیں آنکھیں مری ،

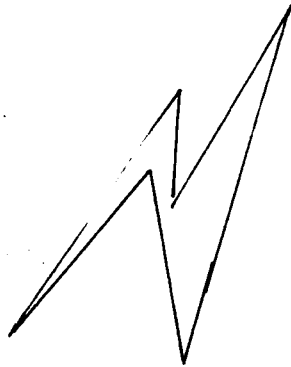
(۲) اے وعدہ خلاف البسی ہے منتظری تیری ہ دروازہ کی بند ہر شب زنجیر ہیں کرنا

(۳) جو مزہ انتظار میں دیکھا ہ نہ کبھی وصل یار میں دیکھا ،

(۴) دکھنا ہے ہر گھڑی درو دیوار پر نظر ہ تجھ کو مزہ پڑا ہے اگر انتظار کا

(۵) گفتم بودی کہ شوم مست و دو بوسنت بدہم ہ

وعدہ از حد بشد و ماند و بدیم و نہ یک ،



حاشیہ صفحہ نمبر

عہ عرقوب ، قوم عمالک کا ایک شخص جو قریب و دغا میں ضرب المثل تھا ،

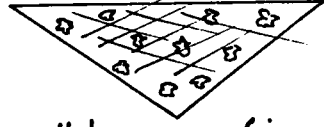
عہ ہامن لایفی بوعدہ انتظرتک انتظارا لا اقل فیہ الباب طول اللیل ،

عہ ان اللذات الی شعرت بہا فی انتظار الحبيب ما لمستها ابدأ فی اللقاء معہ ،

عہ انا دائما تنتظر الی الباب و الحیار اذ اناک تشعر باللذۃ فی انتظار

الحبيب ؛

”عطر الوردہ“ شرح قصیدہ بردہ



مولانا ذوالفقار علی دہلوی نے عطر الوردہ کے نام سے علامہ ابو عبد اللہ شرف الدین البوسری کی فالج کے زمانہ میں لکھی گئی منقبت و مدح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں قصیدہ بردہ کی شرح لکھی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ علامہ موصوف نے ایک دن آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جسم پر دست مبارک پھر دیا۔ اچانک آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ان کا پورا بدن بیماریوں سے نجات پا چکا ہے

اس قصیدہ علماء ادب و مسلمانوں کے مابین ادبی و معنوی اہمیت و مرتبت کی بنا پر علماء متقدمین و متأخرین نے متعدد شروحات تحریر کیں۔

زیر نظر شرح کے بارے میں خود شارح کی زبانی مقدمہ کے حوالے سے !

امال بعد ! زمانہ جاہلیت کے اشعار، بیکار و لالچی و فرسودہ جذبات کے عکاس

اشعار کی شرح و بسط میں میری عمر کا ایک طویل عرصہ ضائع ہو گیا مجھے اپنی عمر کا ان غرمفہ مشغلوں میں ضائع کر دینے کا بے انتہا افسوس و قلق تھا کہ اچانک فرمان رسالت مآب ﷺ ”آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے یہ بات بھی ہے

کردہ لالچی چیزوں سے اجتناب کرے۔ چنانچہ میں نے اس قصیدہ بردہ کی شرح

کے لئے ہمت باندھی جس کی جہت علماء و صلحاء کے نزدیک بے مثال روشن

مہمون و مبارک ”بردہ“ کی سی ہے۔ نیز میں نے اس کا نام ”عطر الوردہ فی شرح

شرح سبرہ" دکھا۔

• اسلوب بیان عمدہ و دلکش۔

• شعر میں مستعمل کلمہ کی ابتداء لغوی تفسیر۔ موضوع مقام پر لفظ کے استعمال کی حکمت۔ (بزبان عربی)

• ترجمہ • اشعار کی اردو میں مکمل و تشفی بخش شرح۔ بسا اوقات بعض شعر کا معنیوں پر اس سے ہم آہنگ اردو اور فارسی کے کئی کئی شعر درج کئے گئے ہیں۔ ان اشعار پر توجہ خاص دی گئی ہے جن سے غزواتِ بنی کریم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، باہر طور کہ تاریخی حیثیت سے ان غزوات کی تفصیل کردی ہے۔
• درحقیقت عطر الوردہ دو شروح کی حیثیت رکھتی ہے ایک بزبان عربی اور دوسری بزبان اردو، مولانا ذوالفقار علیؒ نے اس شرح کے لکھنے میں ملا عبدالغنی الفرباغی کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔

دورانِ شرح ملحوظ اسلوب و طرز اور خصوصیات کی ایک جھلک

بالا لشی فی الہوی العذری معذرة • منی الیک ولوالصفت لم نلم
العذری! بنوعذرہ کی جانب منسوب ہے۔ بنوعذرہ بمن کا ایک قبیلہ ہے جس کے افراد شدتِ عشق میں مشہور ہیں۔ ان کی عمریں عموماً دہوانگیِ عشق کی درجہ سے تیس سال سے تجاوز نہیں ہوتی تھیں۔ قبیلہ عذری سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے دل گداز اور نرم ہوتے ہیں۔ اور ہماری مسنوعات میں حسن و عفت کی کثرت، بقول بعض ہوئی سے عذری مراد ہے

”الھوی“ جس میں انسان مجبور محض ہو جائے ، اور اختیارات کھو بیٹھے ۔
 ”معدرة“ فعل مکرر کی وجہ سے منصوب ہے ۔ یعنی مہری معذرت قبول فرمائے جو آپ سے کر رہا ہوں ۔ پورا جملہ جواب نداء ہے ، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جواب نداء شاعر کا قول ”محضتی النصح“ جو اگلے شہرے شعر میں ہے ۔ جب کہ دونوں کے درمیان بہت زیادہ فصل ہے ۔ ایسے ہی آپ ’البک‘ کو اسم فعل مان کر ۔ العد ۔ کے معنی میں لے لیں یعنی مجھ سے دور ہو اور مہری ملا کرنے سے باز آ ،

اے مہرے ملامت گر کہ درباب اسے عشق کے جو مثل محبت بنی عذرہ کے ثابت و مستحکم و غیر زوال پذیر ہے ۔ یا دوبارہ ایسے عشق کے جس کا عذر ظاہر اور قابل قبول ہے ۔

مجھ کو ملامت کرنا ہے مہری بے اختیاری پر لحاظ کر کے وہ عذر جو ہرے روبرو عرض کرنا ہوں قبول فرما ، یا مجھ سے دور ہو اور ایسے امر کی مجھ کو تکلیف مالا بلاق نہ دے ، جس کے ترک کی مجھ کو قدرت نہیں ہے ۔ اور اگر تو انصاف کہش ہوتا تو سرے سے مجھ کو ملامت نہ کرنا .. مگر کیا کیجئے کہ مجھ کو ظالم سے بالا پڑا ہے ۰ ۰



التعليقات على السبع المعلقات

(شرح سبعہ معلقہ)

علماء متقدمین و متأخرین کی ہمیشہ اس کتاب سے دلچسپی رہی ہے۔
 مبارک متقدمین میں ابو عبد اللہ الحسن بن احمد الزوزنی، عبد الرحیم الصفی
 پوری، شیخ عبدالاول الجونوری، اور شیخ ابوالحسن نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

لیکن ان شروحات کا انداز بیان مخصوص اور قالب محدود ہونے کی وجہ
 سے علماء دارالعلوم دیوبند کیلئے ہمیشہ باعث تشویش رہی۔ چنانچہ علماء نے متقدمین
 کی شروحات سے استفادہ کرنے ہوئے حالاتِ حاضرہ کے لحاظ سے اضافی صورت کے ساتھ
 کوئی شرح لکھ جانے کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ مولانا ذوالفقار علی صاحب نے ”
 التعليقات على السبع المعلقات“ کے نام سے شرح لکھی۔ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔
 • حل لغات۔ • محاورات کی اپنے مخصوص انداز بیان کے ذریعہ تحقیق۔
 • ترجمہ۔ • بزبان اردو تشریح۔ • ایجاز و اطناب کے مابین انداز
 • اردو اور عربی دونوں میں شرح گردانی جاسکتی ہے۔
 • حل لغات و تشریح محاورات میں علامہ ابو عبد اللہ الحسن بن الحسن الذوزنی پر نکتہ کیا ہے
 اسباب تالیف کے ذیل میں شارح رقمطراز ہیں کہ :

جس چیز نے مجھے زمانہ جاہلیت کے اشعار کی شرح کرنے پر آمادہ کیا۔ وہ صاحب
 کشف اور بیہادی کے سورہ نخل کے ذیل میں درج وہ روایت ہے جو امیر المومنین سیدنا

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ممبر پر کھڑے ہو کر مجمع عام میں تقریر کے دوران باری تعالیٰ کا ارشاد ”اذبأخذهم على نخوف“ کی تلاوت فرما کر مجمع سے »بافت فرمایا کہ آیت کریمہ میں »نخوف« کا مطلب کیا ہے؟ تمام حضرات خاموش رہے۔ پھر قہقہہ ہنسل کے ایک بوڑھے کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہماری لغت کا لفظ ہے۔ نخوف بمعنی »تنقص« (کم کرنا)۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا عرب اپنے اشعار میں اسے استعمال کرتے ہیں؟ تو بوڑھے نے کہا جی ہاں ہمارا ایک شاعر البوکیر اپنی اونٹنی کی تعریف اس طرح کرتا ہے!

نخوف الرجل منها نامكا قدرا

كما نخوف عود النبعة السفن

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علیکم بدلو انکم لا تفضلوا قالوا وما بدلو اننا؟ قال رضى الله عنه شعرا جاهلية، فان فيه تفسير كنا بكم و معاني كلامكم «۱» کہ اگر آپ سبھی حضرات دیوان کو اپنے ادب پر لازم کر لیں تو گمراہ نہیں ہو سکتے۔ مجمع نے »بافت کیا کہ ہمارا دیوان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت کے اشعار۔ اس لئے کہ اس میں تمہاری کتاب (قرآن) کی تفسیر اور تمہارے کلام (قرآن) کے مفہوم ہیں «۲»

مولانا ذوالفقار علی^(۲) نے معلقہ میں جو اسلوب بیان و طرز نگارش اپنایا ہے

وہ مندرجہ ذیل مثال سے واضح ہو جاتا ہے :

(۱) مقدمہ التعليقات على السبع المعلقات ص ۲

(۲) التعليقات على السبع المعلقات ص ۹۶

هل غادر الشعراء من منردم ۵ أم هل عرفت الدار بعد توهم

ترجمہ ! کہا شعراء سابقین نے بیوند کاری کے لئے کوئی جگہ چھوڑی ہے ۔

ہاتھ نے محبوب کے گھر کو بہت شک و شبہ کے بعد پہچانا ہے

المنردم (ترجمہ شارح) کہا شعراء سابقین نے کوئی جگہ قابل اصلاح مرمت

و بیوند کاری چھوڑی ہے ، بلکہ نہیں چھوڑی ہے ۔

خلاصہ یہ کہ پہلے شاعر سب کچھ کہہ گئے ، شعر گوئی میں کوئی کسر باقی نہیں

چھوڑی ، کہ میں اس کو پورا کر دوں جیسا کہ روایات میں ہے ؛ تو یہ ترجمہ ہوگا کہ :

” شعراء سابقین ہر قسم کا راز کھاکے ہیں ، اور میرے لئے کچھ نہیں

چھوڑا ۔ پھر اس کلام سے اعراض کر کے دوسری قسم کا کلام کرتا ہے کہ :

بلکہ تو نے محبوب کے گھر کو بعد شک و شبہ کے پہچانا ہے ۔

اس صددت میں یہ شعر دلچزد ہوگا جس کو عربی میں اقتصاب کہا جاتا ہے

یعنی ایسے مضمون کی طرف انتقال کرنا جو اول کلام کے مناسب نہ ہو ، اور شعراء جاہلہ

میں یہ طریقہ مروج تھا ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بک لختہ ہو !

یہ باتیں طور کہ جب شعراء سابقین نے کوئی قسم مضمون کی متأخرین کے

لئے نہیں چھوڑی تو استنباط شعر گوئی تجھ کو کیوں ہوا ؛ پھر تاویل کر کے کہنا

ہے کہ دافعی عذر مذکور مصرعہ اول تو شعر گوئی کا باعث نہیں ہو سکتا ،

بلکہ اس کا سبب حقیقی یہ ہے کہ تو نے بعد غور کامل خانہ محبوب کو اس کے

نشانات قدم دیکھ کر پہچانا ہے ، اور اس سے آتش عشق بھڑک رہا ہے ۔ اور

فرط استنباطی کے باعث بے اختیار نہری طبیعت اپنی بھڑاس نکالنے کو شعرگوئی پر آمادہ ہو گئی ہے ۔

مزید وضاحت کے لئے امرء القیس کے ایک شعر کے ذیل میں مولانا رحمہ اللہ کا اسلوب و انداز ملاحظہ ہو :

وبیضة خدر لا یرام خباءها ۛ تمنعت من لهو بها غیر معجل^(۱)

یعنی ”بہت سی عورتیں جنہوں نے پردوں کا اہتمام کیا ، عورتوں کو بعض سے تشبیہ دی ہے ، عورتوں کو تین وجوہات سے بعض سے تشبیہ دیتے ہیں : پہلی وجہ تو ہے کہ عورت بکارت زائل ہونے سے پہلے صحیح و سالم ہوتی ہے ۔

دوسری توجیہ حفاظت اور پردہ ہے ۔ اس لئے کہ پرندہ بھی اپنے اندے کی حفاظت کرتا ہے

تیسری توجیہ یہ کہ عورت اندے کے مانند صاف و شفاف ہوتی ہے ، اس لئے کہ اندا جب تک پرندے کے پیٹ کے نیچے ہوتا ہے نہایت پاکیزہ رنگ ہوتا ہے ۔ کبھی عورت کو ستر مرع کے اندے سے تشبیہ دی جاتی ہے ؛ اس لئے کہ عربوں اور رومیوں کے معاشرے میں عورتوں کے متعلق تمام رنگوں میں یہ رنگ سب سے عمدہ مانا گیا ہے ۔

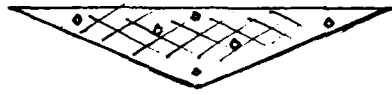
پنر شاعر کا قول ، غیر ، کو حالتِ نصب پڑھا گیا ہے ’ تمنعت ‘ کی ضمیر ”نا“ سے حال مان کر ، اور حالتِ جر پڑھا گیا ہے الھوی کی صفت

سّارح کا ترجمہ !

اور بہت سی محبوبائیں ، ملازم پردہ نشینی مثل بیضہ کے محفوظ اور
صاف اور خون اقتصاص سے پاک ایسی ہیں کہ بہ سبب ان
کی رفعتِ شان اور عزت کے ان کے خیمے کے پاس کوئی نہیں
جاسکا مگر میں ان سے دپر تک ہنسی اور دل لگی کرنا رہا



تسہیل الدراسة علی ترجمۃ الحماسۃ



مذکورہ کتاب ابو تمام کے حماسہ کی شرح ہے ۔
سّارح رحمہ اللہ نے دورانِ شرح ایجاز و اطناب سے احتراز کی حتی المقدور کوشش
کی ہے ۔ ہ زبانِ دانی کے سلسلے میں طلبہ کے معیار کو بلند کرنے کی غرض سے
عربی محاورات و الفاظ اور حل لغات پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے ۔
لعدا ازاں شعر کا معنی و مطلب بزبانِ اردو ۔ مولانا کی یہ شرح دیگر شروح
کی طرح بزبانِ اردو و عربی ہے ۔

انذارِ بیان و اسلوب خاص مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے ۔
سّارح نے مندرجہ ذیل عبارت میں ربیعہ بن عامر مسکین داری کے ایک شعر

کی شرح فرمائی ہے۔ شاعرؒ فرزدق کا ہم عصر ایک اسلامی شاعر ہے^(۱)۔

دَفْنَاتِ صَدَقٍ لَسْتُ مُطَّلِعٌ بَعْضُهُمْ ۝ عَلَى سِرِّ بَعْضِ غَيْرَانِي جَمَاعُهَا
الصدقؒ جب مضاف الہ واقع ہو جیسا کہ بولا جائے 'زید صدق' اس کا مطلب
ہوگا کہ زید شرافت و کردار میں بختہ ہے۔

وَالْمُطَّلِعُ = اطلاع دینے والا۔ الجماع بروزن نہام، جواشہاد کو اکٹھا کرے۔
اور فنیات 'بحالت جر' جماعت کے معنی ہیں۔

ترجمہ ! اور بہت سے عمدہ اور بھلے مانس جوان ہیں کہ میں ان کے
بھید پر دوسرے کو مطلع نہیں کرتا، ہاں میں ان کے ایک جگہ بیٹھے کا باعث ہوں،
اپنی رازداری کی تعریف کرتا ہے۔

مولانا دہلوی کی اسلامی شاعر شمیم حارثی کے ایک شعر کی شرح کرتے ہیں!
بنی عمنّا لاندکروا الشعر بعد ما ۝ دَفْنَتُمْ بِصَحْرَاءِ الْغَيْرِ الْخَوَافِیَا^(۲)

مذکورہ بالا عبارت میں شعر سے مراد فخر و مباہات کے اشعار ہیں۔ باعلی الاطلاق
شعر مراد ہے۔ اور قوافی (اشعار) کے دفن کرنے سے اپنے چچا زاد بھائیوں
کی شکست و ہزیمت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ باچچا زاد بھائیوں کے
شعراء کی موت سے کناہ ہے۔

الغیر الأول الغین بعد المیم، علاقہ بنو مطاب میں ایک جگہ
کا نام ہے۔ 'القوافی' نسبت الكل باسم الجزء کے ضابطے سے۔ ۝ ۝ ۝

(۱) شہل الدراستہ فی ترجمۃ العباسہ ص ۲۳۰

(۲) ترجمہ ! اے ہمارے چچا زاد بھائیو! اپنے فخر یا مطلق اشعار بعد اس کے کہ تم نے صحراء
غیر میں اپنے اشعار یا اپنے شاعروں کو دفن کر دیا، کیسا چھوڑ دو، کیونکہ تم وہاں سے بھاگ گئے
بس اب کیا موقع فخر کا رہا۔ (شہل الدراستہ ص ۲۴)

تشہیل البیان فی شرح دیوان المثنیٰ



یہ بھی مولانا ذوالفقار علی دہلوی کی ایک تصنیف ہے جو کہ دیوان جماس کی شرح کے طرز پر ہے۔ مولانا رحمہ اللہ مقدمہ کتاب میں تحریر کرتے ہیں! ہ میں نے اس شرح میں بہ خیال رکھا ہے کہ نہ تو انہی مختصر ہو کہ سمجھنے میں دشواری لاحق ہو اور نہ انہی تفصیل کہ جس سے طبیعت اکتا جائے۔ حل لغات، تحقیق محاورات، توضیح معانیہم اور تشریح الفاظ میں ”عکبری“ کی نبیان کا سہارا لیا ہے۔ اس لئے کہ عکبری کی نگاہ دور رس کم و بیش تمام شروحات پر ہے۔

• ہر شعر کی لغت کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ حسب ضرورت محاورات کی عربی میں تشریح۔ الفاظ شعر کا ہر زبان اردو ترجمہ۔ (۱)

انذار بیان بطور نمونہ ملاحظہ ہو!

اسفیٰ علیٰ اسفی الذی دلہنتی • عن علمہ فیہ علیٰ خفاء
خفاء • مبتدا مؤخر۔ علیٰ اس کی خبر، پہلا حرف جار (علیٰ) الأسف سے متعلق ہے۔ اور آخر کے دونوں حروف جار (عن، فی) خفاء کے متعلق ہیں۔
الأسف • رنج و الم، المولہ • جس کی عقل خراب ہو گئی ہو •
ترجمہ! مجھ کو رنج اس غم کے جانے رہنے کا ہے جس کے ادراک لذت سے تو نے غافل و مدہوش کر دیا ہے، کہ اس غم کی کیفیت مجھ پر پوشیدہ ہے۔
» تشہیل البیان فی شرح دیوان المثنیٰ •

ہو گئی ہے ۔ یعنی مجھ کو بہ سبب شدتِ صدماتِ محبت و آلامِ فراق بہ معلوم نہیں رہا کہ غمِ عشق کیا چیز ہے ؟ عاشق لوگ غم و دردِ عشق کو نہایت عزیز و لذتِ سمجھتی ہیں ۔ اب چونکہ بہ سبب مصائبِ محبت و نکالینِ فرقت اس کو اس کا ادراک نہیں رہا ۔ لہذا اس کی یاد میں کفِ افسوس ملتا ہے ۔ واقعی دردِ عشق بڑے مزے کی چیز ہے ۔ جیسا کہ ذوق نے کہا ہے ۔
دردِ دل سے عجب اک لطف ہے حاصل ہوتا ۔

سر سے پاؤں تک اے کاش کہ میں دل ہوتا ۔
کہیں کہیں مولانا ذوالفقار علی سارح عکبری کی رائے سے نا اتفاق کیا ہے اور مفہوم شعر اپنی الگ رائے و نظریہ پیش کیا ہے ۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہو !
و سکتی فقد السقام لانه ہ قد کان لما کان لى اعضاء

مولانا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عکبری کے بقول ' شاعر محبت سے دوچار ہونے کی وجہ سے اپنے اعضاء بدن کی توانائی کے سلب ہو جانے پر اظہارِ افسوس کر رہا ہے ۔ اور شاعر کی تمنا ہے کہ کاش اس کے اعضاء درست ہو جائیں یا اے کاش اس کے اعضاء کی تمام قوتیں دوبارہ عود کر آئیں ۔ لیکن درحقیقت اس قسم کی تمنا عاشق کی شان سے بعید ہے شاعر تو وہ ہے کہ جو باطنی محبت کی تمنا کرتا جائے تا آن کہ وہ ہلاک ہو جائے جیسا کہ شعر مذکور سے ظاہر ہے ۔

خاص طور سے آئندہ شعر میں ے

فی خطہ من کل قلب شہوۃ ۵ حتی کان مذاذۃ الہواء

ترجمہ و مطلب : ممدوح کے خط کی ہر دل میں خواہش اور رغبت ہے ۔
 یہاں تک کہ گویا اس کی روشنائی لوگوں کی محبت ہے یعنی گویا کہ
 ممدوح لوگوں کی خواہشوں کی روشنائی بنا کر لکھا ہے ۔ اور اس لئے اس
 کے خط کو سب لوگ پسند کرتے ہیں ۔

اس صورت میں اس کی خوش فطرت کی تعریف ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا
 ہے کہ یہ کناہ ہو اس کی بخشش سے یعنی اس کی سب خیریں درجہ
 عطا سائلین ہوتی ہیں اس لئے کہ اس کا لکھا ہوا ہر ایک کو مرغوب ہے
 اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کناہ لوگوں کی اطاعت سے ہو کہ تمام
 آدمی اس کے حکم کو برضا و رغبت قبول کرتے ہیں ۔ اور اپنی خواہش کے
 موافق سمجھتے ہیں ۔

ارق علی ارق ومثل بارق ۵ وجوی یذبذ وعبرۃ تفرق^(۱)

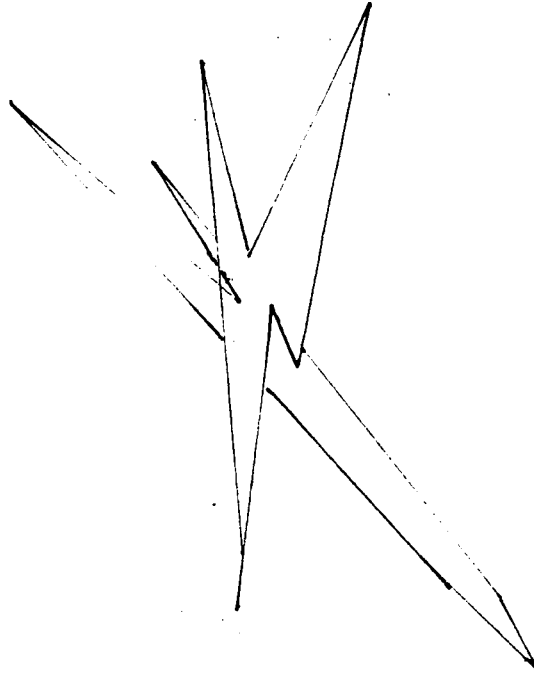
یہ شعر منہی کے ایک قصیدے کا جزء ہے جو اس نے ابو المنصور شجاع بن
 محمد بن ادیس کی مدح میں لکھا تھا ۔

مولانا ذوالفقار علی نے اس کی شرح میں لکھا ہے ۔

الأرق : سب کا اچاٹ ہو جانا ۔ الجوی : وہ غم جو انسان کے اندر ہوتا ہے ۔
 العبرۃ : آنکھوں کا آنسوؤں سے ڈبڈبا جانا ۔ رفرقۃ الماء : پانی بہانا ۔

(۱) شہل البیان فی شرح دیوان المتنبی ص ۳۶۸ ۔

ترجمہ ! میرے لئے بیداری پر بیداری ہے . یعنی بیداری کی نہیں
 جڑھی ہوئی ہیں . اور مجھ جیسا عاشق بیدار رہتا ہے
 بہ سبب شدت درد عشق کے . اور میری سوزش اندرونی
 دمبدم بڑھتی ہے . اور آنسو ڈبڈبائے رہتے ہیں .



الهدية المنية

حضرت مولانا ذوالفقار علی کا نصف کردہ ایک مختصر سارسالہ ہے جس میں موصوف نے مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے قیام کی تاریخ تحریر کی ہے۔ جو آگے چل کر دارالعلوم کے نام سے مشہور ہوا اس رسالہ میں بابیان مدرسہ جیسے محمد عابد حسین (الحاج) اور مولانا قاسم نانوتوی کا تذکرہ خاص ہے۔

کتاب میں مؤلف کا نظم کردہ ایک قصیدہ ہے جس میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی کی مدح سرائی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اشعار بھی ہیں جن میں حضرت نانوتوی اور سوانی دیبند کے درمیان ہونے والے مناظرہ کی منظر کشی کی ہے (سوانی دیبند ہندو مذہب کا بہت اہم اور عظیم رہنما گذرا ہے) ایک مرتبہ بھی اس رسالہ کی زینت ہے جس کو مولانا نانوتوی کے وصال پر نظم کیا تھا۔ نیز اس میں دارالعلوم دیوبند میں ندرسی خدمات انجام دینے والے اساتذہ کا بھی تذکرہ ہے۔

اس رسالہ کا عربی نثر میں جو ادبی مقام ہے کسی کو جائے انکار نہیں۔ کیونکہ اس کا نثری اسلوب سلیس شیریں اور اس دور کے عرب ادباء و مصنفین کے ہم پلہ ہے۔ جیسا کہ ذیل کے اقتباس سے واضح ہوتا ہے۔

هو، أس الكرام، وهامة الشرف، وعین الجود، والنف الاثف
وقلب السيادة، كبد السعادة، وسلم السود والمجد، وغارب
الفضل والرفد، وصدر الصدارة، بمین المهارة، وراحة الاراحة
ومراحة السماحة، ومعدة العلم والحكمة، وعصدة العصد، و

و معصم العصمة ، و انا مل عقد العولصات ، و اسنان مفايح

الازمات ، و زناد الامنان و الا حسان

فدأسند الى المعالي بلا لغرس و تدريج و ادب الى المكارم بغیر تعریف

و تفرج ، فرشتی ذاك الشیخ الماجد السید محمد عابد و اخذ بصنیعیه

و وصل بجناحیه ، فاحضرت ریاض العلوم و اثریت حاضنها و التفت

حنانها ، و غناها ، و صار المدرسته بحیث یضرب اليها اكرباد الابل

من كل مرقى سمیق و الطلاب یحبونها من كل فج عمیق ، من اطراف

الهند ، و جزائرها بل من الحرب و نظائرها

اسانده کا تذکرہ اس پر ایہ میں کرتے ہیں :

لله در مداسیه فهم الملائكة في صور البشر ، مستبشرة الوجوه

كالشمس والفر ، و مكسي الاخلاق كالعود والعنبر ، نجوم الهداية

والارشاد ابرار ، انضاء ، اخبار ، اركان الدين و عمد البقین .

اصحاب التحقيق ، لا ارباب التلغیق ، قوم لا یسئنی لهم جلیسهم و

لا یوہش انفسهم ، هم لله تعالى د فود و جنود سبماهم

في اثر السجود اولئك حزب الله الا ان حزب الله هم المغلوبون



عربی شاعری

مولانا ذوالفقار علی کو عربی نظم و نثر میں مکمل قدرت تھی۔ بقول مولانا اصغر حسین دہلوی "مولانا کو علوم ادبیہ سے خاص مناسبت تھی، نظم و نثر آپ کی عرب العریاء کی یاد دلاتی ہے۔

بقول مفتی عزیز الرحمن "مولانا عربی ادب میں نہایت اونچے مقام کے مالک تھے، عربی زبان میں بہت سی نظمیں اور مرثی لکھی ہیں۔"

انہوں نے عربی میں جو شاعری کی ہے صرف چند کتابوں میں تقریباً بن سواستعار دستیاب ہیں۔ کہیں آپ کا کلام یکجا صورت میں نہیں۔

ہندوستان کے مشہور کھیل آم کی نسبت بطرز بدیع تحریر فرمایا ہے :

ان كنت شغی الطیب اللذات	•	فعلیک صاح بانہ الثمرات
فی حسن مرد فی بناہ سیرہ	•	فی لطف ذات فی سمو صفات
من طعمها فی کل قلب شهوة	•	فكانها محبوبه الشهوات
باحسن حمرتها وخضرتها وصف	•	كانها علی الشجار فی الروضات
فكانها الوان وجبات -- الحبا	•	تب مسها العشاق فی الغلوات
واذا عصارها مصفت وجدتها	•	احلی کمثل رضاب محبوبا ^(۱)

سلطان عبدالحمید کی مدح کے چند استعارے :

سفاکة و حباة العاشقین بها	•	فناکة وهی مع مرهم العلیل
هفواء صامرة نعاء غادره	•	ببهاء ساحرة بالفنج والکحل
کالشمس تبدو جھارا غیر خافیه	•	ونسٹر بالاسنار والککل

- انت الیٰ بعینی فعدا ۰ قلبی جریحا بجرح غیر مندمل ، ،
 العادل البازل المرهوب سطوته ۰ فی الجود کالبحر بل کالعارض العطل
 لله جبتک ابطال النزال ومن ۰ فی الکراکاللیث فی التمكن کالجبل
 بال األ عثمان وبافخر الکرام دبا ۰ خیر الانام لانتم منتهی امل
 وقد دعانی الی الاثنشار محبکم ۰ فسرا فليست باهل الشعر والغزل
 اعداءکم فی حفیض الذل من حیل ۰ احبايکم من ذری العلیا فی قلل^(۱)

مولانا فاسم الخیر کی وفات حسرت آفات پر بزبان عربی حسان الہند

مولانا ذوالفقار علی کا اظہار درد :

- بافاسم الخیر من العلم والدين ۰ اذا ارتحلت وارشاد وبلغت
 بافاسم الخیر من لطافتين ومن ۰ للمصارعين ومكروب وعزوف
 بافاسم الخیر اسمع من لكرتنا ۰ بافاسم الضير قل من للمساكين
 من للمدارس من للوعظ من لهدى ۰ من للثکات وتوضیح وتبيين
 من للشرعة او من للطريقة او ۰ من للحقیقة اذا رست فی الظن
 ما حلت عنا ولم یوجد عدلک فی ال ۰ علوم والفضل من عرب الى صین
 باعين جودی بدمع غیر منقطع ۰ علی الذی جل من مدح واثین
 بحر العلوم امام الکون اکرامه ۰ مبارک الاسم والزینون والبنین
 لقد مضى صاحبی من فی مصیبه ۰ برئت من ذکر اسلا و شکین
 من لی بصدر عن الاخران منقطع ۰ من لی بقلب بصیر غیر مقرون^(۲)

۱۔ قصائد فاسمی ص ۲۳-۲۶

۲۔ نزهة الخواطر ص ۱۲۱ ج ۸

علمی و ادبی مقام

مولانا ذوالفقار علی دہوبندی کا علمی و ادبی مقام بہت ہی بلند ہے ۔ اس کا اندازہ آپکی گراں قدر تصانیف سے ہوتا ہے ۔ مولانا عربی و فارسی کے ممتاز ادیبوں میں شمار کئے جاتے

ہیں ۔

مولانا سید محمد میاں صاحب آپکی علمی و ادبی منزلت کے بارے میں کہتے ہیں " ان (ذوالفقار علی) کی ادبی خدمات علوم شرعیہ کی بونہور سٹی میں بہت زیادہ قدر و منزلت رکھتی ہے " (۱)

مفتی غفرلہ الرحمن دہوبندی کے خیال میں " وہ ادب میں نہایت اونچے مقام کے مالک تھے " ڈاکٹر زبیر احمد فاروقی ان کی کتاب " الہدیۃ السنہ " پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں " اس کتاب کی ادبی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ، اس میں جس قدر اسلوب کے عمدہ نمونے ہیں ، اور اس طرح کی دیگر تصانیف بھی ان کی ادبی و علمی عظمت پر شاہد عدل ہیں (۳۰)



داعلماء ہند کا شاندار مافی من ۱۹۵ - سید مولانا محمد میاں -

مفتی غفرلہ الرحمن
زراحمہ فاروقی

۱۳ نوؤسہ صلیح الہیہ
سوال الثقافۃ المند

مولانا ذوالفقار علی دہلوی کے متعلق فرانس کا مشہور مصنف 'گارسان داسی' لکھتا ہے کہ آپ دہلی کالج کے طالب علم تھے، چند سال بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے، ۱۸۵۸ء میں میرٹھ میں ڈپٹی انپیکٹر مدارس تھے، مسٹر ٹیلران سے واقف تھے ان کا بیان ہے کہ ذوالفقار علی دہلوی اور طباع پہلے کے علاوہ فارسی اور مغربی علوم سے واقف تھے، یہ آپ مولانا نانوتوی اور مولانا احسن نانوتوی کے درمیان آرام فرما ہیں مولانا فضل الرحمن عثمانی کے ایک شعر سے اس کی دلچسپ نشان دہی ہوئی ہے شعر یہ ہے۔

کسبِ آسودہ تر ما بین دو بارانِ خوش، قاسمِ بزمِ مورت، احسنِ شانشو

❦

❦ ❦ ❦

❦

اَلْبَابُ الثَّانِي

مَوْلانا اعجاز علی

حیات اور علمی کارنامے



اعزاز العلماء مولانا محمد اعزاز علی

سرزمینِ بدایوں (اتر پردیش) سے بڑے بڑے علماء و عرفاء

صوفیاء کرام اور نابغہ روزگار شعراء و مصنفین پیدا ہوئے،

اسی سرزمین پر مولانا محمد اعزاز علی کی ولادت ہوئی،

نسب ! اعزاز علی صاحب بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ الخ۔^{۱۵}

مولانا مرحوم نے شرح النقایہ کے حاشیہ محمود الروایہ میں اپنی حالاتِ زندگی

خود اپنے قلم سے تحریر کیا ہے۔

بسرہویں صدی ہجری کا آفتاب موت کی اٹھارہ گہرائیوں میں ڈوب چکا تھا اور

چودھویں کا سبیدہ سحر ان تاریکیوں اور اندھیروں سے بھوٹ رہا تھا کہ مجھے

عدم سے وجود میں لایا گیا۔ یعنی یکم محرم ۱۲۳۱ھ کی رات ۳۰ رزی الحجۃ

۱۲۹۹ھ بعد غروب ! بدایوں میں آپکی ولادت ہوئی، آپ کے والد کا

نام گرامی مزاج علی محمد شاہ جیونہ امروہہ ضلع مراد آباد کے رہنے والے

تھے۔ یہ سلسلہ ملازمت ان دنوں بدایوں میں مقیم تھے، آپ کے زمانہ

شہر خوارگی میں والد ماجد وہاں سے منتقل ہو کر شاہجہاں پور آئے، اور

آپ کو بھی ساتھ لے آئے، دورانِ صغر سنی وہاں کابل کے باشندے ایک

معلم قطب الدین خاں صاحب سے آپکی تعلیم کی ابتدا کی، از حروفِ ہنہی مادر

نہائی قرآن ان سے پھر پورا حفظ قرآن حافظ شرف الدین خاں صاحب سے

تلمیذ (شاہجہاں پور) والد کے تبادلہ کے بعد مدرسہ گلشن فہن شاہجہاں پور کے

کے صدر مدرس مولانا معصود علی خان شاہ بھانپوری سے کتب صرف و نحو تفسیر جابی،
 پڑھی؛ ایک سال کے وقفہ سے مدرسہ عین العلم شاہ بھانپور میں مولانا قاری
 شبیر حسینی مراد آبادی سے کنز الدقائق، شرح جابی اور بعض متون و شروح نیز
 اسی مدرسہ میں مفتی کفایت اللہ (مفتی اعظم) سے چند سال حصول فیض کے بعد مدرسہ
 دارالعلوم دہلویہ داخل ہو کر حافظ احمدی (مہتمم دارالعلوم) ہدایہ اولین اور
 منطق کی چند کتابیں مولانا سہول بھاکھوری سے، بعد مدرسہ قوی میرٹھ میں
 داخلہ کے بعد کتب صحاح، عقائد و فلسفہ مولانا عبد المؤمن سے اور اصول دین و
 کی مولانا عاشق الہی میرٹھی سے، دو سال میرٹھ قیام کے بعد دارالعلوم آئے یہاں
 حج بخاری، جامع ترمذی ابی داؤد، ہدایہ آخرین، تلویح تلویح حضرت شیخ الہند سے،
 کتب فنون مولانا غلام رسول ہزاروی اور مفتی عزیز الرحمن سے اور جملہ کتب ابواب
 مولانا معز الدین صاحب سے؛

اس طرح تقریباً ۱۳۲۰ء میں تمام علوم سے فراغت پر حکم شیخ الہند مدرسہ
 لغمانہ پورہ میں بھاکھور میں سات سال فرائض تدریس کی انجام دی کے بعد ۱۳۲۷ء
 میں مدرسہ افضل المدارس شاہ بھانپور میں تین سالہ خدمات تدریس کے بعد مدرسہ
 دہلویہ ۱۳۳۰ء میں ابتدائی کتب کی تدریس پر مقرر ہوئے۔ دوران قیام مولانا
 الوز شاہ کشمیری سے قرابت و حصول فیض کے کافی مواقع فراہم ہوئے۔ ۱۳۲۲ء
 میں حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم کے بحیثیت صدر المفتین حیدرآباد میں دوران
 تفرری و قیام آپ ایک سال وہیں قیام پذیر رہے۔ ۱۳۳۵ء میں فرائض افتاء
 بعد بحیثیت مفتی اعظم دارالافتاء میں مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں مولانا حسن احمد مدنی
 (دہلویہ)

کے گرفتاری پر صدر مدرس مقرر ہوئے ترمذی و بخاری کا درس دیا . چند سال
مکمل ترمذی پڑھا یا . ۱۹۲۵ء میں مع حضرت مدنی (حسین احمد) حج بیت اللہ
کیا .

۸ مارچ ۱۹۵۵ء بوقت صبح ۷ بجے ۲۷ برس کی عمر میں

دارفان سے کوچ کر کے مالکِ حقینی سے

سدا کے لئے جا ملے ، ۱۹۵۷ء

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ



۱۹۵۷ء عہدِ علم و فنون کے ممتاز علماء ۲۳۱
تذکرۃ الامناء ص ۱۰۰ نظر شاہ کشمیری .

مولانا کے علمی سفر کا ایک مختصر جامزہ

مولانا کی ابتدائی تعلیم کا آغاز قطب الدین مانی
ایک صاحب کے دستِ مبارک سے ہوا ، بعدہ حافظ شرف الدین صاحب
کے زیرِ سایہ سن بلوغ سے پہلے ہی حفظِ کلام اللہ کی تکمیل کی عہ
بعد ازیں انہیں اردو ، فارسی کی تعلیم کی طرف متوجہ کیا گیا
انہوں نے فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل
کی اور کچھ اور کتابیں مولانا مقصود علی سے پڑھیں ،
وطن میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے
شاہجہاں پور کی طرف رخ کیا اور وہاں پہنچ کر جن علماء
سے استفادہ کیا ، ان میں سرفہرست مولانا بشیر احمد
مفتی کفایت اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیات کے نام ہیں ،
ان اساتذہ سے استفادہ کے بعد آپ تعلیم کی تکمیل
کے لئے "مدرسہ دہلویہ" گئے ، اور وہاں انہوں نے

عہ حیاتِ اغراز ، ص ۱۱ ، عبداً احد قاسمی ،

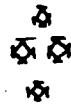
عہ صحابہ علم و فنون کے مشائخ عظام : ۱۳۲ ، محمد یونس بلوچ

اور وہاں کے نامور علماء و فقہاء کے سامنے انہوں نے زانو تلمذ پتہ کیا۔
 اور اس طرح انہوں نے اپنے علمی سفر کی منزل طے کی۔
 آپ کے مشہور اساتذہ میں شیخ السید مولانا محمود الحسن دیوبندی
 مولانا مفتی عزیز الرحمن مولانا حبیب الرحمن کے نام قابل ذکر
 ہیں علیہ



مولانا اغراز علی کے اساتذہ

- ① — مولانا نور شاہ کاشمیری ، (۱۲۹۲ - ۱۳۵۳ م)
- ② — مولانا حبیب الرحمان عثمانی ، (- - - ۱۳۲۸ م)
- ③ — مفتی کفایت اللہ (۱۳۹۲ - ۱۳۳۸ م)
- ④ — حافظ محمد احمد (۱۳۷۹ - ۱۳۲۷ م)
- ⑤ — مولانا عاشق الہی بریلوی (۱۲۹۸ - ۱۳۴۵ م)
- ⑥ — مولانا محمد رسول شاہ بلوچی - ۱۳۶۷ م
- ⑦ — مولانا عبد المؤمن (- ۱۳۲۷ م)
- ⑧ — مولانا محمود الحسن (شیخ الہند) (۱۳۶۸ - ۱۳۳۹ م)
- ⑨ — مولانا غلام رسول ہزاروی (۱۳۸۸ - ۱۳۳۷ م)
- ⑩ — مفتی عزیز الرحمن (۱۳۷۵ - ۱۳۲۷ م)



مولانا کے چند مشہور اساتذہ کا مختصر

تعارف

(۱) مفتی کفایت اللہ صاحب،

اپنے دور کے نامور محدث، فقیہ اور ممتاز عالم تھے۔ آپ کی مشہور مابہ ناز تصنیف 'تعلیم الاسلام' ہے۔ جو عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئی۔ اس کا ترجمہ متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے فتاویٰ کفایت المفتی کے نام سے شائع ہوئے ہیں عہ عہ

(۲) حافظ محمد احمد صاحب

ان کا شمار نامور علماء میں ہوتا ہے مولانا کو تحریر و تقریر دونوں پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپ کو ستمس العلماء کے لقب سے نوازا گیا۔ عہ

(۳) مولانا مفتی عزیز الرحمن

آپ مشہور مفتی اور ممتاز عالم کزرے ہیں۔ آپ علم و فضل، معرفت

عہ الجمعۃ دہلی، مفتی اعظم نمبر، مشاہیر علماء دہلی، مد

عہ ترہشہ ج ۸ ص ۳۲

عہ روداد دارالعلوم، ۱۲۹۶ھ تاریخ دارالعلوم مد

و بصیرت فقہ و درایت میں بے مثال تھے۔ آپ نے مختلف علمی و دینی مسائل پر ^{جوقتاوی} سیردِ قلم کئے تھے انہیں "قداوی" دارالعلوم کے نام سے زبور طبع سے آراستہ کیا گیا ہے

(۴) مولانا النور شاہ کاشمیری

ایک جید عالم، محدث، ادیب و شاعر تھے، مولانا کی بہ کون

ناکون خصوصیات اپنے بابہ تکمیل کو پہنچی ہوئی تھیں،

آپ کو فی البدیہہ استعار نظم کرنے میں قدرتِ کاملہ حاصل تھی، عہ

وہ سلیس اور سادہ زبان میں استعار نظم کرتے تھے ان کے

زیادہ تر استعار لغت و منتخب میں ملتے ہیں، علاوہ ازیں

آپ نے مرانی بھی کہے ہیں، آپ کی تصانیف حسب ذیل

ہیں،

فیض الباری، الانوار المحمود،

معارف السنن، الوار الباری،

اکفار الملحدین، خاتم النبیین، کشف الستور وغیرہ^۲

عہ ترجمہ ج ۱ ص ۱۷۷ عہ لفظ العبر، نقش دوام،

تدریسی خدمات کا ایک جائزہ

دنیا میں بڑے بڑے علماء و فضلاء ایسے ملیں گے جو معقولات و منقولات کی اہم تصانیف لکھنے پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں لیکن اگر انہیں متوسطات کا درس دینے پر مامور کیا جائے تو وہ توقف کریں گے بہت کم ملتی ہیں جو طلباء کی محدود صلاحیتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے احسن انداز سے انہیں درس دیں، کتابوں کے مضامین ان کے ذہن نشین کرا سکیں، ایسے ہی ماہِ ناز علماء ہیں مولانا اعجاز علی کا شمار ہوتا ہے، مولانا کو درس دینے میں بڑا درک حاصل تھا، عہدِ دورانِ تدریس بڑی بڑی مشکلات سہل انداز میں حل فرماتے ہیں، اور طلباء کے ذہن میں وہ تمام علمی مسائل اس طرح واضح کر دیتے تھے کہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہتا۔ اور انہیں سمجھنے میں طلباء کو کوئی دشواری پیش نہ آتی، آپ کی تقریر

دلپذیر سے طالب علموں کے دماغ کے دھچکے اس طرح کھل جاتے کہ مسئلے کا ہر پہلو روشن ہو جاتا ،

مولانا اعجاز علی کو عربی ادب سے خاص دلچسپی تھی ، درس کے دوران عربی نظم و نثر کے محاسن بہت خوبصورتی سے واضح کر دیتے تھے کہ طلباء میں ادبی ذوق پیدا ہو جاتا ۔ اور شعر کے حسن و خوبی اور قبح و خالی کو سمجھنے کی صلاحیت ان میں بیدار ہو جاتی ، اور جب حدیث و فقہ کا درس دیتے تو ان کی باریکیوں کو اس طرح پیش کرتے کہ ان کے سمجھنے میں کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہتا ۔ اور جب قرآن کا درس دیتے تو اس کے اسرار و رموز بوجہ احسن ان پر واضح ہو جاتے ، مولانا کو درس و تدریس میں عبور کامل اور قدرت نامہ حاصل تھی ، اور یہی مولانا کی خصوصیت تھی کہ اعجاز العلماء رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الادب جسے اہم خطابات سے نوازے گئے ،

رحمۃ اللہ علیہ تاریخ ادبیات ، مسلمانان پاک و ہند ،

رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ اعجاز رحمۃ اللہ علیہ ،

مولانا ایک محدث فقیہ اور ادیب و دیگر گہری
بصیرت کے حامل شخص تھے ۔

مولانا کی درسی خصوصیات حسب ذیل ہیں ،

== حدیث ==

مولانا ایک وسیع النظر محدث تھے وہ علوم قرآن اور
علوم حدیث پر پوری دسترس رکھتے تھے ، فقہی عبارات
کی تفسیح وغیرہ اس شرح و بسط اور تفصیل سے فرماتے
کہ کوئی پہلو نہ رہ جاتا ۔

مولانا اعزاز علی بہت اچھے مفسر قرآن تھے ، وہ قرآن کی روح
سے واقف تھے ، تفسیر و نکات کو مدلل انداز میں بیان
کے ساتھ ابطال مذاہب باطلہ بھی کرتے ، دوران تفسیر اس
کا خیال رہتا کہ تفسیر بالرائے کا شائبہ نہ ہو ،
آپ قرآنی نکتوں کو اپنے درس میں اس انداز سے پیش
کرتے کہ مخاطب کے ذہن میں قرآنی رموز کا نقش واضح
ہو جاتا ،

اس طرح بلا خوف تردد کہا جاسکتا ہے کہ مولانا ایک وسیع النظر اور نکتہ شناس مفسر تھے ،

فقہ

علم فقہ کی ایک مخصوص اور فنی زبان ہوتی ہے ۔ کیونکہ اس کا تعلق قانون اور اصول قانون سے ہوتا ہے ۔ مولانا کو علم فقہ سے فطری و طبعی مناسبت تھی ۔ اور آپ فقہی مسائل میں ایسی موشگافیاں کرنے کہ عقل انسانی متحیر ہو کر رہ جاتی ، مولانا فقہی درس اس انداز سے دیتے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ استعداد اور صلاحیت کے طلباء بہرہ یاب ہوتے ، جب آپ کسی فقہی مسئلہ پر بحث و نقد کرنے تو مخاطب کو ایسا محسوس ہوتا کہ تمام ائمہ فقہ کے اختلافات و مسائل آپ کو مستحضر ہیں ۔ بقول مولانا النور شاہ کاشمیری کہ آپ علمی مسئلہ کو مسئلہ کی طرح سمجھاتے تھے اس پر جس قدر اشکالات ہونے لگتے تھے ان کو بھی حل کرتے جاتے

فن کی گہری گہری باتیں بھی مسئلہ کے ساتھ واضح طور پر
بیان فرمائے ، علہ

بزر مولانا کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ ہر امام
کا مذہب ، استدلال الگ الگ بیان فرمائے اور قابل
ترجیح مذہب کے وجوہ و اسباب کو واضح فرمائے ، چنانچہ
یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مولانا ایک وسیع النظر فقیہ تھے
مولانا نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ (آخرین) کا
چالیس برس تک درس دیا ، اور معلوم نہیں کتنے تلمیذ
علوم کو اپنے بیش قدر معلومات سے سیراب کیا ۔

عربی ادب

مولانا عربی ادب کا بڑا پاکیزہ اور ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔
 عربی ادب کے پڑھانے میں ایک خاص ملکہ رکھتے تھے
 عربی شعر کو سہل ترین انداز میں پڑھانے اور سمجھانے
 کی خاص صلاحیت رکھتے تھے اس پنج سے اشعار کا
 ترجمہ اور اس کے مطالب بیان کرتے تھے اور شعر کے
 محاسن بتانے کے طلباء کے ذہن میں کسی قسم کا ابہام
 باقی نہ رہتا۔ اور اس طرح تلامذہ عربی نزاکتوں
 اور لطافتوں سے آشنا ہو جاتے، آپ نے ایک مد
 تک دارالعلوم دیوبند میں دیوانِ مثنوی، حماسۃ البوکانا
 اور مقامات حریری وغیرہ کا درس دیا ہی،
 اس طرح مولانا اغزاز علی بیک وقت نکتہ شناس مفسر
 وسیع النظر محدث، دقیق النظر ادیب، بالغ النظر فقیہ
 اور ممتاز مصنف تھے، اور بہت کامیاب استادؑ

عہ تذکرۃ الاعزاز

عہ حیات اغزاز ص ۱۳

مولانا کے چند مشہور تلامذہ

مختصر جائزہ

مولانا کی پوری زندگی علمی جدوجہد میں گزری، اس لئے کہ مولانا کی زندگی کا اصل مقصد علم کی اشاعت اور اس کو پروان چڑھانا تھا، جس کے لئے تادم آخر کوشاں رہے آپ کی اس علم پروری اور علم سے کمال محبت کا اندازہ آپ کے ماہ نامہ مور شاگردوں

سے لگایا جاسکتا ہے جیسے

ولادت - وفات (ہجری میں)
۱۳۱۸ھ - ۱۳۸۲ھ

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی

۱۳۱۲ھ - ۱۳۹۶ھ

مولانا مفتی محمد شفیع

۱۳۱۸ھ - ۱۳۹۲ھ

مولانا محمد ادریس کاندھلوی

۱۳۰۱ھ - ۱۳۷۵ھ

مولانا سید مناظر احسن کبدانی

۱۳۱۹ھ - ۱۳۸۵ھ

مفتی عتیق الرحمن عثمانی

۱۳۲۵ھ - ۱۹۸۲ء

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

۱۳۱۵ھ - ۱۹۸۳ء

مولانا قاری محمد طیب صاحب

۱۳۲۳ھ - —

مولانا محمد منظور نعمانی

آپ کے یہ تمام شاگرد علم شناس دقیقہ سنج اور مسائل کی تہ سے باخبر تھے جس کا اندازہ ان کی متعدد پیش کیا اور علمی تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے۔ یہاں آپ کے کچھ نمائندہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع

(۱۳۱۲ - ۱۳۹۶)

دوبند میں ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے، مفتی صاحب اپنے دور کے نابغہ روزگار عالم تھے آپ ایک وسیع النظر فقیہ اور نکتہ آفریں مفسر تھے،

آپ نے بیسویں کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی مشہور دماہ نامہ تصنیف معارف القرآن ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے فقہ کے اعتبار سے یہ تفسیر انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ ویسے آپ کی تمام تصانیف علوم کا گنجینہ ہیں۔

مفتی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ کو کراچی میں جوار رحمت میں

ہیں پوچھے ، اور اب جہاں ان کا مدرسہ ہے وہیں سپردِ خاک
ہیں ۔ ع

مولانا ادریس کاندھلوی

(۱۳۱۸ - ۱۳۹۲ھ)

مولانا کاندھل میں پیدا ہوئے مولانا ایک دقیق النظر اور
نکندرس عالم و مفسر تھے آپ کی پوری زندگی تصنیف و تالیف
میں بسر ہوئی ، آپ کی مشہور تصانیف میں مشکوٰۃ کی
شرح التعلیق البصیح آٹھ جلدوں میں اور تفسیر معارف القرآن
اور حاشیہ بر مقامات حریری وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔

مولانا مناظر احسن کپلانی

(۱۳۱۰ - ۱۳۷۵ھ)

مولانا کپلان ضلع پٹنہ میں ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو
پیدا ہوئے ، ابتدائی تعلیم اپنے وطن کپلان میں

عہد النبلاء کراچی - مفتی اعظم ممبر ،

حاصل کی ، اور ۲۵ شوال ۱۳۷۵ء کو انہوں نے گیلان میں رحلت فرمائی ،

مولانا معقولات میں مہارت و کمال کے ساتھ تفسیر فقہ عقائد و بیان حدیث میں گہری نظر کے ساتھ تقریر و تصنیف میں دستِ بگاہ رکھتے تھے ، متعدد کتب آپ کے قلم کی رہیں منت ہیں ۔

۱ - ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ۔

۲ - سوانح ابوزر غفاری رضی اللہ عنہ

۳ - تدوین حدیث

۴ - تدوین قرآن

۵ - مقالات

۶ - سوانح قاسمی ۳ جلدوں میں مکمل کر کے آپ نے

شائع کیں ،

مولانا گیلانی نے معارف ، برہان اور دوسرے رسائل

میں کثرت سے مضامین لکھے ، ان کے مضامین کا ایک

مجموعہ سید مظفر گیلانی مرحوم نے جمع کر کے بہار اردو اکبڑی کے مالی تعاون سے پٹنہ سے شائع کیا۔ مولانا کے علمی خطوط بھی بہت اہم ہیں۔ ہندوستان پاکستان کے پچاسوں اصحاب علم سے ان کی خط و کتابت تھی، خطوط کا ایک مجموعہ مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ خاتماہ رحمانیہ مونگیر نے دس ہزار سال ہوئے پٹنہ سے شائع کیا ہے۔ ایک دوسرا مجموعہ خطوط پروفیسر فہار الدین احمد (علی گڑھ) مرتب کر رہے ہیں جس میں سیکڑوں وہ خطوط شامل ہیں جو علمی و دینی مسائل پر انہوں نے اپنی مکتوب الہیوں کو لکھے ہیں۔

مولانا مناظر احسن کو علامہ النور شاہ کاشمیری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ ان کے دوستوں اور قدردانوں میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر محمد یوسف الدین صدر شعبہ مذہب و ثقافت عثمانیہ یونیورسٹی اور ڈاکٹر غلام دستگیر رشید صدر شعبہ فارسی ماہنامہ نیر دارالعلوم مدینہ ۱۱۸

عثمانہ پونیورسٹی کے اساء گرامی بھلائے نہیں جاسکتے جو ان
کے ارشد تلامذہ ہیں ہیں۔ اور جنہوں نے ان کی متعدد
تصانیف حیدرآباد سے شائع کیں ،

مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی

(۱۳۱۸ - ۱۳۸۲ء)

مولانا سیوہارہ ضلع بجنور میں پیدا ہوئے آپکی پوری زندگی
تدریس و تصنیف اور سیاسی سرگرمیوں میں گزری ،
مولانا نکتہ سنج عالم ہونے کے ساتھ وسیع النظر مصنف بھی
تھے ۱۳۶۱ء میں جمعیتہ العلماء ہند کے ناظم بھی رہے
آپ مجاہد ملت کے لقب سے پکارے گئے ، یکم ربیع الاول
۱۳۷۳ء کو دہلی میں وفات پائی ،
آپ کی مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں ۔
۔ فصص القرآن ، ۔ فلسفہ اخلاق
۔ بلاغ مبین وغیرہ ،

مولانا قاری محمد طیب صاحب



مولانا طیب صاحب حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے پوتے ہیں
 ۱۳۱۵ھ میں دہلی بند میں پیدا ہوئے ، مولانا ایک منجھ
 ہوئے خطیب اور ماہرِ ناز استاد تھے مولانا کی زندگی
 بہت سادہ تھی ، شرافت و انسانیت اور عجز و انکساری
 کا بہترین نمونہ تھے ، آپ کی پوری زندگی دارالعلوم
 دہلی بند میں درس و تدریس اور انتظامی امور میں گزری
 آپ کو تدریس دعوت و تبلیغ اور نصیحت و تالیف سے
 خصوصی لگاؤ تھا ، آپ کی تصانیف درجنوں ہیں جن
 میں سے چند درج ذیل ہیں ۔

۱۔ التبیہ فی الاسلام ، ۱۰

۲۔ سائنس اور اسلام

۳۔ شاہِ امر امت

۴۔ کلمات طیبات

۵۔ الاجتہاد والتقلید ۶۔ تفسیر سورہ فیل وغیرہ

ع۔ مبارک تذکرے ص ۱۱

مولانا مفتی عتیق الرحمن

مفتی صاحب کی ۱۳۱۹ھ میں دیوبند میں ولادت ہوئی ،
نارنجی نام ظفر الحق ہے ۔ تعلیم کی تکمیل مدرسۃ العلوم
دیوبند میں کی کچھ عرصہ آپ مولانا نور شاہ کشمیری
کے ساتھ ڈھابیل میں بھی رہے ۔

آپ کا شمار ملک کے ممتاز ارباب حل و عقد میں
ہوتا ہے آپ کو تحریر و تقریر دونوں پر یکساں قدرت
حاصل تھی ، اگرچہ مولانا تالیف کی طرف زیادہ توجہ
نہ کر سکے لیکن دہلی میں ندوۃ المصنفین قائم کر کے
انہوں نے سیکڑوں اہم اور مفید کتابیں شائع کیں
وہ خود داری آزادی فکر حریت نفس معاملہ فہمی
اور نکتہ سنجی کے اوصاف سے متصف تھے ۔ آپ
کی یادگار رسالہ برہان اب بھی ندوۃ المصنفین دہلی
سے شائع ہوتا ہے یہ خطبات کا ایک مجموعہ برد فسر
عنوان جستی صدر شعبہ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ نے

آپ کی زندگی میں مرتب کر کے شائع کر دیا ہے ۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

==x==x==x==

آپ کا وطن ضلع مراد آباد ہے لیکن آپ کی ولادت
 آگرے میں ۱۹۰۷ء میں ہوئی، جہاں آپ کے والد
 ماجد ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھے، ابتدائی تعلیم
 وہیں ہوئی، پھر آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور
 مولانا الوز شاہ کشمیری اور وہاں کے نامور اساتذہ سے انہوں
 نے فیض حاصل کیا، تکمیل کے بعد کچھ دنوں وہ دھاکہ
 کے مدرسے میں مدرس رہے، علوم دینی کی تحصیل پر
 اکتفا نہ کر کے مغربی تعلیم کی طرف آئے توجہ کی اور دہلی
 یونیورسٹی سے ایم، اے (عربی) کے امتحان میں اعزاز کے
 ساتھ کامیاب ہوئے، سینٹ اسٹیفن کالج میں آپ کے اساتذ
 مولانا عبدالرحمن کی مساعی سے آپ عربی و فارسی کے پیکر مقرر
 ہوئے، تقیم ہند تک آپ اس یونیورسٹی سے منسلک رہے

نفسم ہند کے بعد بیشتر بنگالی اساتذہ ڈھاکہ چلے گئے ، اور
 یہاں بڑا حلاء پیدا ہو گیا ۔ مولانا ابوالکلام آزاد صاحب
 وزیر تعلیم حکومت ہند نے مدرسہ عالیہ کی اہمیت کا
 احساس کر کے اسے استحکام بخشا اور اس کی سربراہی
 کے لئے انہوں نے مولانا سعید احمد کا انتخاب کیا ۔
 مولانا اب تک سعید احمد کے نام سے جانے جاتے تھے مولانا آزاد
 نے انہیں اکبر آبادی لکھنا شروع کیا اور اس طرح وہ مولانا
 سعید احمد اکبر آبادی کے نام سے مشہور ہوئے ، کلکتہ کے
 دوران قیام انہیں کینیڈا جانے کا اتفاق ہوا ، پروفیسر آڈمٹر
 اسمتھ ڈاکٹر میک گل نے انہیں مدعو کیا وہ وہاں بوٹورسٹی
 میں ایک سال تک درس و تحقیق میں مصروف رہے ان
 کے ذمے ریسرچ کے طالب علموں کی نگرانی بھی تھی ۔ چنانچہ
 مشیر الحق بھٹ آبادی مرحوم ان کے اسی زمانے کے شاگرد ہیں جو
 بعد کو علی گڑھ میں ریڈر جامعہ ملیہ اسلامیہ میں عربی
 و فارسی و اسلامیات کے صدر شعبہ اور کسٹمر بوٹورسٹی کے
 وائس چانسلر مقرر ہوئے ،

۱۹۴۶ء میں جب کرنل سید بشیر حسین زیدی مسلم یونیورسٹی کے
 وائس چانسلر ہو کر آئے، تو انہوں نے شعبہ دینیات
 کی ترقی کی طرف خاص توجہ کی۔ شیعہ دینیات کے شعبے
 پر انہوں نے مشہور عالم و خطیب مولانا سید علی نقی کو مامور
 کیا۔ اور شعبہ دینیات سنی کی صدارت کیلئے انہوں نے
 مولانا سعید احمد اکبر آبادی کو دعوت دی۔ یہ دونوں ریڈر اور
 صدر شعبہ مقرر ہوئے۔ مولانا اکبر آبادی عرصے تک فیکلٹی آف
 کھیا لوجی کے ڈین اور مسلم یونیورسٹی ایگزیکٹو کونسل کے رکن
 بھی رہے۔ اب تک ان شعبوں میں پروفیسر شپ نہیں
 تھی۔ پروفیسر عبدالعلیم مرحوم جب بیاں جنوری ۱۹۶۸ء میں
 وائس چانسلر مقرر ہوئے، تو انہیں اس ضرورت کا احساس
 ہوا۔ اپنی کے عہد میں اس فیکلٹی میں دو پروفیسر شپ پوجی سی
 نے منظور کی، اور ان پر ان علماء کرام کا تقرر ہوا،
 ۱۹۷۰ء میں متقاعد ہوئے اور شعبہ اسلامیات میں مہمان
 پروفیسر کی حیثیت سے ایک سال تک کام کرنے کے بعد کالی کٹ
 یونیورسٹی میں پروفیسر رٹائر کی حیثیت سے مامور کئے گئے،

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اپنی کتاب انہوں نے وہیں مکمل کی۔ انہوں نے اپنی بیشتر تصانیف ندوۃ المصنفین دہلی کو شائع کرنے کیلئے دیں، اور یہ کتاب بھی وہیں سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ مولانا کئی سال تک ہمدرد النشئیوٹ نعلو آباد نئی دہلی سے منسلک رہے۔ یہاں انہوں نے ابن سینا کی "کتاب الشفا" کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ آخر عمر میں دارالعلوم دیوبند کے ادارہ "شیخ الہند" اکڈمی میں ڈائریکٹر کے فرائض انجام دے رہے تھے وہاں وہ علیل ہوئے اور علی گڑھ میڈیکل کالج میں علاج کے لئے داخل ہوئے، پھر ان کے اعزہ انہیں تبدیل آب دیوا کیلئے کراچی لے گئے اور وہیں ۱۹۸۴ء کو وہ رحلت فرما گئے۔

آپ کوئی پچاس سال تک ندوۃ المصنفین دہلی کے مہتمم رہے۔ کے "مدیر" رہے اور اس میں کثرت سے مضامین لکھے اور اہل لوگوں سے لکھوائے،

معارف اعظم گڑھ کے بعد رسالہ برہان ہندوستان کا سب سے معتبر

مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں

اور معیاری علمی رسالہ تھا

مولانا بڑے کامیاب مقرر بھی تھے۔ انگریزی عربی اردو میں
بے تکلف مختلف موضوعات پر برجستہ تقریر کرنے پر قادر تھے
انہوں نے مشرق و مغرب کے مختلف ممالک کی سیاحت کی تھی
مشرق اوسط جنوب ایشیا امریکہ افریقہ کے متعدد علمی سیمیناروں
میں شریک ہوئے۔ اور ہر جگہ اپنے علمی مقالوں سے
وہاں کے لوگوں کو متاثر کیا۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

- ♦ اسلام میں غلامی کی حقیقت ، اسلامی عبادات اور اخلاقی تعلیمات
(مطبوعہ علی گڑھ کانفرنس بک ڈپو ۱۹۶۶ء)
- ♦ غلامانِ اسلام ، کتاب دینیات [۱۹۶۰ء]
- ♦ وحی الہی ، فہم قرآن ، (علی گڑھ آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس)
- ♦ مسلمانوں کا عروج و زوال ، خطبات اقبال پر ایک نظر
- ♦ صدیق اکبر ، غمان ذی النورین [۱۹۸۳ء]
- ♦ مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد ، دہلی ندوۃ المصنفین ،
[لاہور، سندھ سٹاکر اکیڈمی ۱۹۲۶ء]
- ♦ نقشہ المصدور اور سندھوستان کی شرعی حیثیت ،
(علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۶۸ء)

مولانا منظور نعمانی

مولانا منظور نعمانی اپنی گراں قدر علمی و دینی خدمات کی وجہ سے
ہندوستان کے مشہور و معروف علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔
مولانا کی پیدائش ۱۳۲۳ھ میں ہوئی آپ کی ابتدائی تعلیم
سبھل پھر دہلی اور آخر میں دارالعلوم میں ہوئی،

تدریسی خدمات آپ نے سب سے پہلے امرتہ پھر دارالعلوم
ندوۃ العلماء لکھنؤ میں انجام دی، مولانا کو تصنیف و تالیف
کا بڑا عمدہ ذوق تھا۔ آپ کی تصانیف عام فہم اور طرز نگارش
سادہ سلیس اور شگفتہ ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے عوام و خواص
دونوں حلقوں میں یکساں مقبولیت حاصل ہوئی۔

آپ نے متعدد کتابیں تالیف فرمائی ہیں جن میں مطبوعہ
کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

• معارف الحدیث • ۶ جلدوں میں •

• احادیث نبوی کا ایک جامع انتخاب اور عمدہ شاہکار ہے
جس کے اندر تشریح احادیث کے دوران اس دور کی نفسیات کا

پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے ۔

• اسلام کیا ہے ؟

• دین و شریعت ۔ قرآن آپ سے کیا کہتا ہے ؟

تالیفات و تصنیفات



مولانا کو درس و تدریس کے علاوہ تالیف و تصنیف سے بھی بھر معمول شغف تھا اور یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ مولانا رحمہ اللہ کی مشہور و مشہور تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

ۛ نفیۃ العرب ۛ التعلیق علی دیوان الحماسہ

ۛ التعلیق علی دیوان المتنبی

ۛ حاشیہ مفید الطالبین

ۛ ترجمہ ہندی قصیدہ اخلاقہ

ۛ ترجمہ ہندی قصیدہ لامہ

ۛ التعلیق علی نور الابصار (العربی)

ۛ التعلیق العربی علی مختصر القدوری

ۛ ۛ ۛ علی شرح النفاہ

ۛ ۛ ۛ کنز الدقائق

ۛ ۛ ۛ ابن ماجہ

ۛ ۛ ۛ الشیائل للرمذی

ۛ ۛ ۛ عرض المفتاح للسکاکی

ۛ ۛ ۛ تلخیص المفتاح للخطیب البغدادی

لفیۃ العرب

حضرت مولانا کی مشہور و معروف تالیف ہے فن ادب میں اس تالیف لطیف کا مقصد طلباء میں اسلامی غیرت و حمیت ادبی دلچسپی، علو ہمت اور علوم عربیہ کی قوت و استعداد پیدا کرنا ہے۔ یہ کتاب ادب کی مشہور کتاب لفظ البین کے طرز پر تحریر کی گئی ہے۔ یہ قصص و حکم اخلاق و عمل اور اخبار و مثل پر مشتمل ایک شاہکار ہے۔ اس کتاب سے حسبِ خیال طلباء میں علو اخلاق اور علوم عربیہ کی تحصیل میں معاونت ملی۔ اکابر و اصاغر نے اس تالیف کی تحسین و تعریف کی۔ اس کے کئی ایڈیشن کتب خانہ اعزازیہ سے اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

حاشیہ لفیۃ العرب

مولانا کی معروف کتاب لفیۃ العرب پر حاشیہ خود الہی کا تحریر کردہ ہے۔ اور بقول "لضیف رامصنف نکو کند بیان" الہی حاشیہ تحریر کرنا دیگر کیلئے دائرۂ قدرت سے ماسوا تھا۔

کتاب میں آنے والی شخصیات کی سوانح پر بھی جابجا حاشیہ
 میں روشنی ڈال گئی ہے ۔ معاً مطلوب الفاظ کے معانی بھی
 بزبانِ فارسی دے دے گئے ہیں ۔ بعض موقعوں پر استدلال
 قرآنِ کریم کی آیات سے کیا گیا ہے ۔ اندازِ بیان کی خوبی
 کیلئے ذیل کی مثال دیکھی جاسکتی ہے ۔

قوله "مفتری" اسم فاعل ہے "افتراء" سے ماخوذ ہے ۔
 "افتری علیہ افتراء" ۔ کسی کے خلاف کوئی سازش کرنا،
 جھوٹی بات کہنا ۔ جسکی اصل "قرئ الشئ بفریہ" ہے
 بمعنی کاٹنا اور بھارنا ۔ اچھے برے ہر دور کیلئے استعمال
 ہوتا ہے ۔ جسے "فری الذابح والسمع" ذبح کرنے والے
 نے ذبح کیا اور درندے نے بھاڑ کھاپا ۔

۔ "إِذْ ذَرَاهُ" "إِذْ ذَرَاهُ" کا ماضی ہے بمعنی قصر و کسر
 خیال کرنا ۔ ارشادِ ربّانی ہے ۔ "وَلَا أَقُولُ لِلَّذِي تَدْرِى
 أَعَيْنُهُمْ أَوْ تَسْخِطُهُمْ وَنَهَمُ" "إِذْ ذَرَاهُ" من ذری
 بزرگی علی وزن الإفتعال و وضع الدال علی مکان التاء

لغۃ العرب کی افادیت علماء کی نظر میں،

مولانا اغراز علی کے نام مکتوب کراچی میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے آخراً فرمایا، اجلاً انا عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اپنی شان خاص میں دوسرے منتخبات سے ممتاز ہے۔ اگر میں دس و تدریس سے فاصلہ ہوتا تو اپنے متعلقین کو ضرور پڑھاتا۔ ذرا وقت ملتا تھا تو اس سے مستفید ہوتا»

مولانا حسین احمد مدنی کے خیال میں

ادب عربی کے ابتدائی اور متوسط درجہ کے لئے آج تک کوئی ایسی کتاب موجود نہ تھی جس میں ادبی محاسن کے ساتھ اخلاقی اصلاحی اور تاریخی حیثیت کی پاسداری ہو مؤلف کا حسن انتخاب، کہ ادبی نصاب میں ایک خلاء کی تکمیل، سیرت نبیؐ، سیر صحابہؓ، عناوین عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، پاکیزگی، اخلاق، بلندی فضائل اور علو ہمتی کی ایک تحریک اور داعیہ ہے۔

شرح دیوانِ المتنبی

متنبی (۳۵۲/۳۰۳) دور عباسی کا ایک مشہور اور شہرہ آفاق شاعر تھا، زبانِ دانی کے زعم میں ایسے اشعار کہنا ہے جن میں دقیق الفاظ مشکل تراکیب کی آمیزش ہوئی ہے۔ لہٰذا اشعار میں جدت و ندرت کی جھلک عیاں ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے مشہور ہے کہ اس کے کلام میں جواہرات اور سنگریزے ساٹھ ساٹھ پائے جاتے ہیں۔

متنبی کی شاعری کا انداز حکیمانہ اور فلسفیانہ ہے، امثال و حکم کو ایسے بلیغ انداز میں پیش کرتا ہے کہ اس کے بہت سے اشعار ضرب المثل بن گئے، خود پسندی اور بلند ہمتی اس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس کا اثر اس کی شاعری میں پوری طرح نمایاں ہے۔

مولانا اعجاز علی ادب میں نمایاں و منفرد مقام کے حامل تھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایسے قادر الکلام شاعر کے دیوان کو اردو ادب کی روح کو برقرار

بلکہ فزوں شر کرتے ہوئے ترجمہ کا الہا جامہ دیا ہے کہ جس کی نظر ناباب نہیں تو کمباب ضرور کی جاسکتی ہے۔

مولانا کا ترجمہ اردو اور شرح عربی ان کے تعمق نظر و قوت خیال اور اسرار درموز سے واقفیت کا ترجمان ہے۔ آج بھی مرجع طلباء و متعل اساتذہ بنا ہوا ہے۔

مثنوی کے اشعار مشکل الفاظ، دقیق تراکیب اور مبہم معانی پر مشتمل ہی مولانا نے جملہ ابہامات و مشکلات کی بخوبی عقدہ کشائی کی ہے۔ جس سے اشعار کی ہیئت و معانی واضح اور مفہوم بے غبار ہو جاتا ہے۔ یہی اس شرح کا طرہ امتیاز ہے۔

حاشیہ میں . مبہم امور کو واضح کیا ہے . تاکہ قاری کو دقت کا سامنا نہ ہو .

• عربی تعلیقات پر مکمل و مدلل انداز سے روشنی ڈالی ہے .
• ایک شعر کی متعدد وجہات ادبی ارکان کی موجودگی میں
تکلفہ زبان میں کیا ہے .

• مطالب شعر کے ذیل میں ان تمام چیزوں کو شرح و بسط کے

کے ساتھ حوالہ قرطاس کیا ہے جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کی ۔

ان تمام خصوصیات کے باوجود مولانا کے ترجمہ و تشریح پر ایک تنقیدی نظر ڈالیں ۔

بلاشبہ مولانا نے دیوانِ مثنوی کا اردو ترجمہ نہایت سنگین و شستہ انداز میں کیا ہے ۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے ترجمہ کرتے وقت مولانا ذوالفقار علی (والد گرامی) حضرت شیخ الہند مولانا محمد الحسن دیوبندی [کا ترجمہ سامنے رکھا ہے اور بہت کچھ مواد اس سے لیا ہے ۔ اور چونکہ مولانا اعجاز علی کا زمانہ مولانا ذوالفقار علی صاحب کے بعد کا ہے اس لئے عین ممکن ہے کہ مولانا اعجاز علی نے مولانا مرحوم کے اردو ترجمہ سے بھرپور استفادہ کیا ہو چنانچہ بہت سی جگہ مولانا اعجاز نے شعر کے ترجمے کا دارومدار مولانا ذوالفقار کے اردو ترجمہ پر رکھا ہے ۔ مثال کے طور

پر یہ اشعار :

أرق علی أرق ومثلی بأرق ، وجوی بزید وعبرۃ تشرقوق

یہ شعر مثنوی کے ایک فصیحے کا جز ہے جو اس نے ابوالمنقّر

شجاع بن محمد بن اوس کی مدح میں لکھا تھا۔

مولانا ذوالفقار علی صاحب لکھتے ہیں۔ الأرقیٰ، نیند کا اچاٹ

ہوجانا، 'الجبوی' وہ غم جو انسان کے اندرون میں ہوتا ہے

العبرة۔ آنکھوں کا آنسوؤں سے ڈبڈبانا

رقرة الماء، پانی بہانا۔

ترجمہ ! میرے لئے بیداری پر بیداری ہے۔ یعنی بیداری

کی نہیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اور مجھ جیسا عاشق بیدار رہنا

ہے بسبب شدت درد عشق کے۔ اور میری سوزش اندرونی

دمبدم بڑھتی ہے اور آنسو ڈبڈبائے رہتے ہیں۔

مولانا اعجاز علی نے عربی میں باہیں طور ترجمہ کیا ہے !

أرقیٰ الخ " بقول لی سہار بعد سہار ومن کان عاشقا

یسهر لا مشاع النّوم علیہ، وحرنه یزید کلّ یوم،

و دمعہ یسیل، اس کے بعد۔۔۔ لعینہ مولانا ذوالفقار علی

کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے ﴿

۳۔ غزلت اهل العشق حتی دقت ،

فَعَجِبْتُ كَيْفَ تَمُوتُ مِنْ لَا يَعِشُ ،

اردو ترجمہ کی بعینہ عربی ترجمہ میں منتقل کرنے کی دوسری مثال

مولانا ذوالفقار علی کا اردو ترجمہ مندرج ذیل ہے ۔

ترجمہ : اور میں نے عاشقوں کو دربار عشق ملامت کی ۔ اور بعد ازاں

میں خود مبتلا ہو گیا ۔ اور اس کا مزہ چکھا ، اور اس کے مصائب

اور شدائد جھیلے تو مجھ کو تعجب ہوا کہ جس کو عشق نہیں وہ کیونکر

موتا ہے ۔ اس لئے کہ عشق کے سوا کوئی چیز ایسی سخت نہیں

کہ وہ سبب موت ہو جائے ،

اور بعض شارح اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ لوگوں کی طبیعتوں

میں یہ بات گھری ہوئی ہے کہ موت کی شدتیں نہایت سخت

ہیں ۔ سو جب میں عاشق ہو گیا اور اس کی سختیاں اٹھائیں

تو میں نے ان کے خیال سے سخت تعجب کیا ۔ اور کہا کہ یہ

رائیں ان کی کیسے درست ہو سکتی ہیں سب سے زیادہ سخت

تو عشق ہے ۔

مولانا اعجاز علی کے ترجمہ دیوان میں بعینہ مولانا ذوالفقار علی

کے اردو ترجمہ کا عکس ہے۔ البتہ عربی ترجمہ میں قدرے اضافے سے پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

بُرْدُ أَنْ يَعْظُمَ أَمْرُ الْعَشْقِ وَبَلَا : حَتَّى ادْعَىٰ أَنْ لَا سَبَبَ

امور محبت اور اس کی پریشانیوں کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرنا ہے کہ موت کا سبب عشق ہی کو ٹھہرا رہا ہے اور کھلے بندوں دعویٰ کر دیا کہ موت صرف عشق ہی سے آتی ہے۔ کچھ حضرات کا خیال یہ کہ نوع مغلوب کی کوئی قسم ہے اسی بنیاد پر ترجمہ ہو گا کہ محبت نہ کرنے والا اھلا کیسے مرجاتا ہے۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ عشق ہی موت کا سبب بنتی ہے۔ اور پھر اپنی حیرانی کا اظہار کرتا ہے کہ جو لوگ عشق میں مبتلا ہیں کیوں کر نہیں مرتے رہا سوال مغلوب کا 'تو اس کا ضابطہ یہ یہ کہ جس کے معنی پوشیدہ و سرلبہ ہوتے ہیں۔ ان کو کسی دوسری چیز پر محمول کرنا صحیح ہے، اور یہ بغیر مغلوب کے صحیح ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس کی یہ یہ کہ شاعر معاملہ محبت کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا ہے بلکہ عشق کو سب سے سخت ترین معاملہ کہہ دیا، اور

اور کہہ دیا کہ عشق کے بغیر موت کیا معنی رکھتی ہے۔ یعنی
جو دام محبت میں گرفتار نہیں اس کو مرنا ہی نہیں چاہئے
اس لئے کہ وہ اس مصیبت سے دوچار نہیں ہوا جو موت کا
سبب بن سکے، جبکہ موت کیلئے عشق سبب ہے۔ اس
شاعر کی دیگر بعض شارحین نے یوں شرح کی ہے کہ جب
دل کو اس بات کا یقین تھا کہ موت سب سے بھانگ
مصیبت ہے۔ تو شاعر نے کہا کہ میں نے جب موت کا
ذائقہ چکھا اور اس کی شدت کا اندازہ لگایا تو مجھے بہت
جراں ہوئی کہ جس کے متعلق منفہ فیصلہ ہے کہ وہ بہت
سخت ہے وہ عشق کے علاوہ دوسری چیز (موت) کیوں
کرے عہ

حاشیہ حماسہ

نورالابصار کے تحفہ کے دوران مولانا کو ادب کی مشہور کتاب
 "حماسہ" کے تحفہ کا خیال ہوا اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی
 کی ہمت افزائی پر حاشیہ کو تکمیل تک پہنچایا۔

دیوان حماسہ فقہائے عرب قدم کے اشعار کا ایک ایسا مجموعہ ہے
 کہ جس کی رفعت و عظمت کا اعتراف دنیا کے ہر اس گوشہ میں
 کیا جاتا ہے جہاں عربی ادب کا ادنیٰ سے ادنیٰ ذوق موجود ہو۔
 لہذا ایسی نادر روزگار کتاب کا حاشیہ بھی اسی کو زیبا ہے
 جسکی عمر کا ایک طویل حصہ عربی ادب کی خدمت میں گزرا
 ہو۔

مولانا اعجاز علی نے لغات کی شرح کرنے ہنر خوبی توضیح
 کرنے میں اتنی سفاوت سے کام لیا ہے جس سے بات پوری
 طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شعر
 سے شاعر کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ اور اردو
 یا عربی ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی،

در حقیقت اس طرز بیان کا جو فائدہ طلبہ کو ظاہری طور پر
محسوس ہوتا ہے وہ بہ سہلک طالب علم حاشیہ کی مدد سے
بذاتِ خود شعر کا ترجمہ کرنے اور اس کو اپنے ذہن سے
سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے ۔

مولانا اغزاز علی صاحب کا طرز بیان ذہل میں پیش کیا
جاتا ہے ۔

قوم اذ الشر ابدی ناعذبہ لہم
طاروا الیہ زرافات ووحدا

قولہ قوم الخ الناجذ = وہ دانت انہاب اور افراس
کے بعد ہوتا ہے یا تو ناعذبہ اپنی اصل پر لٹکتا ہے
یا جمع کے معنی میں ہے ، بشر کا دانت دکھانا ایک
محاورہ ہے جو مصیبت کی شدت اور سختی و پریشانی کے
عالم میں بولا جاتا ہے ، وجہ استدراک یہ ہے کہ جب
درندہ جلد کا ارادہ کرتا ہے یا غضبناک ہوتا ہے تو وہ
اپنے دانت نکال لیتا ہے [کھول]

درندہ کی اس حالت سے شعر کو تشبیہ دی ہے ۔
 شعر کا مفہوم یہ کہ بری قوم میں لڑائی کا آنا جذبہ (شوق)
 ہے ۔ لڑائی پورے شباب پر چھوٹی ہے تو قوم کے افراد
 ایک دوسرے کا انتظار نہیں کرتی ۔

اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا ہے کہ مطالبہ
 اسی سے کیا گیا ہے ۔ چنانچہ جب وہ لڑائی کا نام سنتے
 ہیں تو اندھا دھند اس میں کود پڑتے ہیں ۔

جو چیز مولانا اعجاز علی کی حاسہ کی شرح میں چارچاند
 لگا دینی ہے وہ ہے مولانا کا تحریر کردہ طویل و عریض
 مقدمہ ، جس میں آپ نے علوم کے اقسام یعنی طبعی
 نفلی ، وضعی ، استعار کی تحقیق ، اور شعراء کے طبقات
 کا ذکر کیا ہے ۔ نیز بعض شکوک و شبہات کا دفعہ
 اور شعر و ادب کے شائقین کیلئے ضروری وضاحتیں اور
 بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے
 ارشادات و اقوال کی روشنی میں شعر کی فضیلت ، صاحب
 حاسہ کی سوانح عمری ، اور وجہ تالیف دیوان و غیرہ

حاشیہ نورالایضاح

مولانا اعجاز علی رح شاہجہانپور میں جب افضل المدارس میں ،
 منصبِ تدریس پر فائز تھے فقہ کی معروف کتاب کنزالدقائق
 پر حاشیہ لکھنے کا خیال ہوا لیکن بعض وجوہ کی بنا پر
 تکمیل ارادہ نہ ہوسکی دارالعلوم میں دورانِ تدریس مولانا
 حبیب الرحمن عثمانی دیوبندی مہتمم دارالعلوم دیوبند سے اپنی
 دیرینہ خواہش کا اظہار کیا تو مولانا عثمانی نے آپ کی
 خواہش کی تعریف و بہت افزائی کرتے ہوئے فرمایا تھا
 کہ کنزالدقائق کا حاشیہ اگر لکھ دیا گیا تو مطبع قاسمی (دیوبند)
 سے شائع کرانے کی کوشش کی جائے گی ۔
 مولانا نے کنز کے تحشیہ کی تیاری شروع ہی کی تھی کہ دارالعلوم
 کے مشہور اسناد مولانا سراج احمد رشتی میرٹھی نے مولانا اعجاز
 کو اطلاع دی کہ مولانا حبیب الرحمن عثمانی کی خواہش ہے
 کہ آپ نورالایضاح کا حاشیہ لکھ دیں ۔ تاہنوز نورالایضاح
 کا کوئی حاشیہ تحریر نہیں کیا گیا تھا ۔

حسب اہاء سب سے پہلا نورالافصاح کا حاشیہ لکھا گیا جو کہ
 پہلے فارسی میں تھا بعد ازاں عربی میں تحریر کیا گیا ،
 جو کہ طلبہ و اساتذہ دونوں میں از حد مقبول ہوا۔ اس
 کا پہلا ایڈیشن مطبع قاسمی سے اور دوسرا ایڈیشن
 مطبع انصاری سے شائع ہوا ،

حاشیہ شرح نقایہ

شرح نقایہ دو ہیں ایک ملا علی قاری کی دوسری شمنی
 کی ۔ موخر الذکر کا فلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ
 میں موجود ہے ۔ اول الذکر قازان میں پھر ہندوستان
 میں طبع ہوا ۔

مولانا (ملا علی) قاری رح کی یہ کتاب ان کے علوم کا
 طغرائے امتیاز ہے ۔ مولانا نور کشمیریؒ جو ملا علی قاری
 کے علم و فضل پر زیادہ اعتماد نہیں کرتے تھے "نقایہ" کے
 بے حد مداح تھے ، اور اکثر فرماتے کہ
 "قاری نے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا ۔"

مولانا اعجاز علی صاحب نے یہ حاشیہ افروز شاہ صاحب کشمیری کی
تحریر پر لکھا تھا۔ حاشیہ کے ساتھ ہندوستان میں
شائع شدہ نسخوں کے اغلاط کی بھی اصلاح فرمائی۔ مولانا
کا یہ حاشیہ ”کتب خانہ اعجازیہ دہلی“ سے شائع ہوا،

حاشیہ کنز الدقائق

فقہ کا یہ مشہور و معروف متن جس کی شرح علامہ
ابن نجیم نے آٹھ جلدوں میں کی ہے۔ مولانا اس کا
مختصر اور اتنا مفید حاشیہ لکھ دیا ہے کہ اب طلبہ
واساتذہ ابن نجیم کی ضخیم شرح سے بے نیاز ہو گئے،
حاشیہ پر صورت مسئلہ، مختلف فقہ اقوال، مذہب
حنفیہ کی ترجیحی وجوہات، مشکل مقامات کی صحیح اور
سہل تشریح مختصراً دی گئی ہے۔
مولانا کے دیگر حواشی کتب کی طرح یہ بھی مقبول عام
ہوا

حاشیہ مفید الطالبین

مفید الطالبین، مولانا محمد احسن نانوتوی کی تصنیفات کی ایک کڑی ہے۔ جسے مولانا نے عربی سیکھنے والے مسبذی طلباء کیلئے تالیف فرمائی ہے۔ اور جو واقعات، نصائح، حکایات اور قصوں پر مشتمل ہے۔ جس کا اصل مقصد طلباء مدارس کے اخلاقی و اعمال کی پرورش ہے۔

اس کتاب پر مولانا اعجاز علی صاحب نے عربی میں حاشیہ لکھا ہے، جس میں صرف لغوی اور نحوی تحقیق پر اکتفا کیا ہے اس کا انداز بیان مندرجہ ذیل مثالوں سے بخوبی واضح ہو جائیگا۔

مولانا موصوف ایک حکایت میں وارد شدہ لفظ ”عمل“ کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ فعل ایک عام لفظ ہے جو از سر نو وجود پذیر ہو یا پہلے سے جاری ہو نیز جس کا وقوع کسی انسان حیوان یا جاد کی طرف سے ہو رہا ”عمل“ بہ صرف اس حرکت کو کہتے ہیں جو

حیوان سے صادر ہو نہ کہ جماد سے نیز جس میں قصد
 و ارادہ اور علم کا دخل ہو۔ لہذا اس حرکت کو عمل
 نہیں کہیں گے جو بلا قصد و علم وجود میں آئے۔ بہر حال
 ”صنع“ تو بہ صرف انسان ہی سے وجود میں آتا ہے
 نہ کہ اور حیوان سے نیز اس کا اطلاق ایجاد پر ہوتا
 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صالح ماہر ایجاد کنندہ (مرد عورت)
 پر بولا جاتا ہے۔ اور صنعت کا صدور کرنے والے
 کے ماہر ہونے کی وجہ سے بلا غور و فکر کے عمل میں
 آتا ہے۔ اور فعل کرنے والے کی خالی کپوج سے
 کبھی بلا غور و فکر کے بھی عمل میں آ جاتا ہے۔ اور عمل
 بلا غور و فکر کے معرض وجود میں نہیں آتا اس لئے
 کہ ”عمل“ صنع اور فعل کے درمیان کی چیز ہے
 اس لئے کہ ”صنع“ تینوں میں خاص کا درجہ رکھتا ہے
 اور فعل کو عمومیت حاصل ہے جبکہ عمل دونوں
 میں قدرے مشترک ہے۔ لہذا ہر صنع کو عمل کہیں گے

اور ہر عمل کو صنع نہیں کہیں گے۔ اور فعل کو عمل بھی نہیں کہہ سکتے ہیں۔

ایک موقع پر لفظ "قعدت" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جلوس (نشست) نیچے سے اوپر کی سمت انتقال کا نام ہے۔ لہذا پہلے جلوس کا اطلاق اس شخص پر ہوگا جو سوراہا ہو اور اس کو "جلس" کہہ کر اٹھائیں گے۔ اور دوسرے کا استعمال کھڑے ہوئے شخص پر کیا جا سکتا ہے۔ اور "أقعدت" کہہ کر بیٹھائیں گے۔

ایسے ہی "قعود" کے اندر جلوس کے مقابلہ میں ایجاد اور ٹھہراؤ پایا جاتا ہے۔ اسی بنیاد پر جلیس الملك کہا جاتا ہے۔ "قعد الملك" نہیں کہا جاسکتا ہے قواعد البیت (گھر کی بنیاد) استعمال ہوتا ہے جوالس الملك، کا استعمال صحیح نہیں ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا دو مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا اعجاز علی صاحب نے حاشیہ مفید الطالبین میں جو انداز تفہیم اختیار کیا ہے وہ انداز و طرز بیان عربی زبان

سیکھنے والے مبدی طلبہ کیلئے چنداں سود مند نہیں، یہ اندازِ بیان اور مبدی طلبہ کے اذہان میں کیا جوڑ، نیز لغوی تحقیق کے لئے ایسا اندازِ بیان مفید الطالبین جیسے کتاب کیلئے کسی طور موزوں نہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتاب معبود پر حاشیہ آرائی کے وقت مولانا کے مقصودِ نظر مبدی طلبہ کے اذہان میں بلکہ اساتذہ کا معیارِ فہم واستعداد تھا اور بہت ممکن ہے کہ یہ حاشیہ بالخصوص اساتذہ کی افادیت کے پیشِ نظر لکھا گیا ہو۔



« مولانا اغزاز علی صاحب کی عربی شاعری »

ابتداءً تعلیم کے زمانے میں ہی جس وقت آپ فارسی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے تو شاہجہان پور میں مولود خوالی کا عام چرچا تھا اور ہر قسم کی مجالس میں مولود کرانے کا ایک خاص طبقہ میں ضروری جز بن گیا تھا۔ ادھر مولانا کی کم سنی اور پھر شاعری کا شوق شاہجہان پور کا قیام، اور بھائی محمد اقبال کا ساتھ، شاہجہانپور کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جہاں ان دونوں بھائیوں کو نہ شریک کیا جاتا۔ مولانا کی بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ان مجالس میں شرکت ہوتی، لیکن بعد میں ان مجالس میں آنا جانا خود بخود کم کر دیا۔ اسی ذوق و شوق کا نتیجہ یہ تھا کہ مولانا بے نکان شعر نظم کیا کرتے تھے، اور آج خیالات و جذبات کو بڑے سلیس انداز سے شعری قالب میں ڈھال دیتے تھے آپ کے اشعار زایدانہ خیالات اور اخلاقیات جیسے بلند پایہ مضامین سے مملو ہیں۔ آپ کا شعری سرمایہ صبر و قناعت زہد و تقویٰ اور تسلیم و رضا جیسے

جسے اوصاف سے متصف ہیں ۔

ابتدائی سخن وری ہیں مولانا کو خوش قسمتی سے علم و معرفت
دونوں راہوں میں ایسے کامل اساذ ملے جس کی توجہ نے
دونوں میں کامل بنادیا ۔ مولانا اپنے اشعار کی اصلاح مولانا
شیر عثمانی اور مولانا الور شاہ کشمیری سے کرائے تھے اس
لئے کہ آپ کو دارالعلوم میں ایسا ماحول ملا تھا کہ ارباب علم
و دانش کے مابین شعری مجالس گرم رہا کرتی تھیں اور یہی
وہ شعری سرچشمہ تھا جس نے مولانا کی عربی سخن وری کو
جلابختی اس طرح مولانا کا یہ شعری ذوق اس قدر پروان
چڑھا کہ انہوں نے دارالعلوم میں ایک انجمن "نادیہ الادب"
کے نام سے قائم کی ۔ جس میں ہر جمعرات کو بعد نماز عصر ہر
سخن "منعقد ہوا کرتی تھی ۔ جس کی صدارت علامہ الور شاہ
کشمیری فرماتے تھے ،

اس انجمن میں طلباء و اساتذہ شریک ہو کر مختلف خیالات
پر اپنا اپنا شعری سرمایہ ایک دوسرے کے سامنے پیش کرتے
تھے ۔ اور ایک دوسرے کے اشعار پر جرح و تنقید ہوا کرتی تھی

اس طرح طلبہ کے اندر ایک شوق اور دلولہ پیدا ہوتا تھا، یہی وہ نکتہ فکر تھا۔ جس نے مولانا کی شعری آبیاری کی اور مولانا کو عربی شعراء کی صف میں لاکھڑا کیا۔

مولانا نے قدیم صنفِ شاعری کے مطابق مدح، مرثیہ، غزل جیسے عنوانات کو موضوعِ خیال بنایا ہے۔ مولانا نے اگر شاعری کا دامن نہ چھوڑا ہو تو اس میدان میں بھی ان کا قدم کسی سے پیچھے نہ رہتا۔ مگر ان کا صحیفہ ادب نے صحیفہ شاعری کو منسوخ کر دیا۔ مولانا کی شاعری میں بلند خیال ندرتِ بیان اور جدتِ انداز کا نمونہ اس لغت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے روضہ پاک پر حاضری کے موقع پر ارتجالاً کہی۔

رَسُولُ اللَّهِ جُنْتُكَ مُسْتَعِذًا ۝ عَلَيْكَ صَلَوةُ رَبِّي وَالسَّلَامُ
 كَتَبْنَا مُسْتَغِيثًا مُسْتَعِينًا ۝ عَلَى نَفْسٍ تَضِمْ وَلَا تَضَامُ
 رَسُولُ اللَّهِ جُنْتُكَ مُسْتَجِيرًا ۝ وَرَبِّي مُسْتَجِيرُكَ (لُضَامُ)

رَسولُ اللّٰهِ جِئْتُ بِكَ ضَعِيفًا ۝ وَحَقُّ الضَّعِيفِ لِعِصْفِهِ الْكَرَاهُ
 قَدِمْتُ بِكَ مَسْكِينًا فَقَبِّرَا ۝ وَزَادَ النَّفْسَ آثَامُ عِظَامُ
 غَرِيبٍ جَاءَ مِنْ أَرْضٍ غَرِيبٍ ۝ وَلَيْسَ لِي رَفاقٌ أَوْ نَدَامُ
 وَمُسْتَهْ الْبِلَايَا وَالرِّزَايَا ۝ يَقْلِبُهُ الْبَسَاطُ فَلَا يَنَامُ
 مَرِيضٌ أَقْلَقْتُهُ شُؤْنُ نَفْسِي ۝ وَقَدْ أَيْسْتُ مَا دُوِّوهُ فَأَمَّا
 لِي قَلْبٌ وَلَا تَحْصِي مَنَاهُ ۝ لَهُ نَذَمٌ وَلَيْسَ لِي كَلَامُ
 دَارِ الْعُلُومِ دُوبِندِ كِي مَدَحِ سَرَائِنِ كرتے ہوئے انہوں نے ایک
 طویل نظم پڑھی جس میں سے چند اشعار ملاحظہ خاطر ہو

۰

دَارِ الْعُلُومِ بِنَفِضِهَا الْمَدَارِ ۰

فَاقَتْ ضَبَاءُ الشَّمْسِ نِصْفَ نَهَارِ

بَاقِ عَلَى مَرِّ الزَّمَانِ لِأَهْلِهِ ۝ مِنْ نَفِضِهَا الْهَيْطَالُ حَرَجَارِ
 مِنْ جَاءِ بِسْتَقَى بِحَارِفِ نَوْضِهَا ۝ بِسَقَى بِهَا عَلًّا لِبَفْخِ الْبَارِ
 زَادَتْ عَلَى شَمْسِ السَّمَاءِ وَبَدَّرَهَا ۝ نَوْرًا فَلَسَ مَعَارِضَ وَمِبَارِ
 عَادَتْ لِنَفْثِي وَلِبَلِّهَا كَنَهَارَهَا ۝ وَتَمَيَّزَ الْإِبْرَارُ مِنْ فِجَارِ
 تَدْعُو إِلَى غَفْرَانِ رَبِّ غَاثِرِ ۝ وَتَصْبِرُ نَرْسًا مِنْ عَذَابِ النَّارِ

حافظ محمد احمد صاحب سابق ہستم دارالعلوم دیوبند کی وفات
حسرت آفات پر ماثر ہو کر مرثیہ کہا جس کا نمونہ اشعار
مندرج ہے ۔

نعم الناعون شجی ذا حفاظٍ ۰ جلیلًا ماجدًا بالفضل احقری
نبلاً فاضلاً شہماً ذکياً ۰ مطہراً ربہ نہیاً وامراً
سلالة قاسم الخبرات ندباً ۰ وفياً جائزاً اجراً ودخراً
صبوراً فی المصائب والزبائب ۰ وفی السراء کان یزید شکراً
لعطشی العلم کالعلس المصفی ۰ وللعلماء کان اجل بجرأ
واعتق علمہ اسراء جہل ۰ سبی احسانہ عبداً وحرّاً
شہیداً مات مغترّباً غریباً ۰ فکلہم بحور الدمع اجری
فکم من اعین قد تبصّتها ۰ دموع قد جرت بیضاً وحرّاً
فقدنا قاسم الخبرات علماً ۰ وزهداً ثم نفوی ثم فقراً
وکنا املین بان سرّاه ۰ یجلی وجہہ شمساً وبدوّاً
ویسمعنا ورود نظام ملک ۰ سمی خلیفتین اصناء دہراً

”نادیۃ الادب“ (دارالعلوم دیوبند) کے ایک جلسہ میں
حضرت علامہ النور شاہ کشمیری نے حماسہ کا مشہور شعر ۷

نمتع من شمیم عرار نجد

فما بعد العشیۃ من عرار

کا اعلان فرمایا تھا۔ مولانا نے اس زمین، ردیف فانیہ میں
۷ چند اشعار مجلس میں سنا کر دادِ تحسین حاصل کی تھی۔

الام علی التجنب والتخلی ۰ فقلت اجیبہم ہذا شعاری
لقد طوفت فی الافاق دہراً ۰ وجبت الفقر والبید الصاری
وجہت البلاد ومن علیہا ۰ ومنزل الصغار من الکبار
فانی لم أجد احداً نصوحاً ۰ یقینی من وقوی فی عوار
ولا یغابی ان غبت عنہ ۰ ولا یؤزی اذا ہوی فی جوار
رأیتہم عدوی فی البلا ۰ واجابی اذا نادو ینساب
ولکن الکتاب کتاب علم ۰ سیری فی اللہالی والنہار
بواسنی اذا ہجت ہموی ۰ ولونسنی اذا انانی الدمار

اس کے علاوہ بھی مولانا رحمہ اللہ کے بہت سے قصیدے دانشدار
رسالہ دارالعلوم، دیوبند، رسالہ القاسم، اور الرشید کی
پرائی فائلوں میں محفوظ ہے۔

اردو شاعری

مولانا بیک وقت اردو فارسی اور عربی تینوں زبان پر یکساں
قدرت رکھتے تھے چنانچہ علم و ادب کی تاریخ میں مولانا اعزاز
ایک باکمال عالم محقق اور مؤرخ و ادیب کی حیثیت سے شہرہ
آفاق ہوئے اور رفتار زمانہ نے بھی انہیں ایک ادیب
انشاء پرداز کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ لیکن ان کے بلند پایہ
شعری ذوق اور سخن دردی کا معیاری مذاق اب حال خال کوہوں
میں ہی ہے۔ مولانا کے کلام میں ناسخ کی مہارت زبان، شوکت
الفاظ، بلند پروازی اور نازک خیالی، آتش کی مرصع صاری،
ذوق کی صنعت گری اور فنی عروج، داغ کا منفرد لب و لہجہ اور
امیر مثنائی کی شستگی و بالیدگی غرض کہ سبھی خصوصیات آپ کی

شاعری میں بدرجہ اتم موجود ہے ۔

مولانا کو شعر و شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا ۔ کہونکہ

مولانا نے ایسے ماحول میں پرورش پائی کہ ہر طرف شعر

و شاعری کا بازار کرم تھا ۔ اور جب مولانا نے شعور کی آنکھیں

کھولی تو ان کے گرد و پیش ادبیت کا بول بالا تھا جس نے

مولانا کے ذہن و شعور کو انداز سخن وری سے روشناس کرایا

تلہر میں والد محترم کے ساتھ دورانِ قیام مولوی نور الدین

بدایونی سے اکثر ملاقاتیں رہیں ۔ مولوی بدایونی قریب ہی

رہائش پذیر تھے ان کو شاعری سے خاص شغف تھا ان کی

صحبت نے مولانا کی شاعرانہ طبیعت کیلئے نشوونما ایک اچھا اور

وسیع میدان مہیا کر دیا ۔ تاہم مدرسہ کھٹن فین سے وابستگی

حائل مدارج رہی بالآخر مدرسہ سے علیحدگی اور مولانا خلیل الرحمن

(شاگرد جلال لکھنوی) کی شاعری میں سرپرستی و نیا شاعری

میں بلند پرواز کیلئے مہمیز ثابت ہوئی ۔

آپ کی اردو شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا انظر شاہ

کشمیری (اشاد دارالعلوم دیوبند) نے لکھا ہے " آپ کی

اردو شاعری میں آمد، سلاست، روانی، شگفتگی، شگفتگی
 برجستگی غرضیکہ ایک اچھی شاعری کے سب سے ہی لوازمات
 پائے جاتے ہیں، مولانا کی اردو شاعری میں حسن و
 عشق کی کٹمکش گلی و بلبلی کی داستان، عشق کی نیازمندی
 حسن کی بے نیازی، آہو، چشم، فریاد، وارفتگی، سوز و گداز
 شب ہجر سے جسے عناصر کی رنگینی پاگیا جاتی ہے۔
 آپ کی شاعری سے چند اشعار بطور نمونہ حسب ذیل

۱۳۔

مانا کہ تاکنا مرا فسق و فجور تھا ۔ زلفوں کا دام تمکو بچانا ضرور تھا ،
 افسوس ہے کہ "تو" کے قابل نہیں رہا ۔ جو آپکی زبان پر کل تک حضورؐ تھا ،
 کسی نے کہا کہ دادی غریب میں تھے جدا ۔ دل بہت قریب تھا کہ جسم "میں" تھا
 اس دلیں حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہا ۔ جو دل کہ تمکو دیکھ کے وقف سرور تھا
 ہلچل زمین پر گچ لٹی افلاک ہل گئے ۔ پارہ کسی کی آہ تھی بالفتح صورت تھا
 عفو اور صفحہ سے لیا آپ نے بھی کام ۔ مانا کہ عشق آپ سے ہر اوصاف تھا

پُری نشیبی آنکھ نے بے حوز بنادیا
 اعزاز و درہ صاحب عقل و شعور تھا ۔

— ۳ —

کچھ ہوش ہے اے سانیِ فرزانہ کسی کا • لبریز ہوا جانا ہی پیمانہ کسی کا •
 ہم آپ سے جا رہے سنئے ہوئے جسکو • افسوں مٹا لئی کردہ افسانہ کسی کا

اغرازِ بُرا حالِ سنا دے کوئی اس کو

ہم دیکھتے ہیں ، حوصلہ الیاء کسی کا

— ۴ —

پہنچا جو میں بولے ، کہ پھر آگیا ظالم • دربان اسے کس لئے روکا نہیں کرتے
 دل چھین لیا جان کا بھی اب ہے ارادہ • بے کس کو ٹوٹیوں چور بھی لوٹا نہیں کرتے

— ۵ —

دل ہی نہیں وہ دل کہ نری جس میں جا نہیں •
 سر ہی نہیں وہ جس میں کہ سودا بُرا نہیں •
 اے غریبِ مسیح ! تو اپنے مریض کو ،
 جادیکھ کہ اس میں کچھ اب ہے بھی یا نہیں •
 حسنِ بیان میں نہیں اغراز کا نظیر
 آصفِ سامک میں کوئی فرمانروا نہیں •

علماء کی رائے

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مولانا اغزاز علی صاحب کو سالہ تاریخ اسلام دیوبند کی تاریخ پر "اعزاز العلماء" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری مدظلہ لکھتے ہیں کہ مولانا اغزاز علی رحمہ اللہ کو درس و تدریس میں ملکہ نامہ حاصل تھا۔ خدا تعالیٰ نے مولانا کو جس طرح زبان سے نوازا تھا اسی طرح قلم سے بھی نوازا تھا۔ مولانا کی انشاء پردازی اس شان کی تھی کہ البسی انشاء پردازی آج تک دیکھنے میں نہ آئی !

ستہ محبوب رضوی (بردار اللہ مضجع) فرماتے ہیں کہ علماء دیوبند میں مولانا

اغزاز علی صاحب کو ایک انشاء پرداز کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ مد
بقول مولانا حسین احمد مدنی (رحمہ اللہ) خدا نے مولانا کو عربی زبان پر کافی قدرت بخشی تھی۔ بطور شاہد ان کی کتاب نفحة العرب کافی ہے۔ مد

مولانا سید فخر الدین صاحب (سابق شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مراد آباد) کہتے ہیں کہ مولانا اغزاز علی رحمہ اللہ نے اپنے دور میں عربی ادب کے معیار کو کافی بلند کیا۔ اور ان کی اپنی آخری سانس تک یہی رہی کہ کسی طرح عربی زبان کو ہندی موسکاپوں کے سامنے آسان زبان میں کیا جائے، جس میں مولانا اپنے مقصد کے تحت کافی حد تک کامیاب رہے۔



الباب الثالث



مولانا خلیل احمد سہا پور کی



قیام اور تعلیمی کارنامے



مولانا خلیل احمد سہارنپوری

نام و نسب

خلیل احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی

بن شاہ قطب علی

سلسلۂ نسب حضرت ابوالوہب الضاری رضی اللہ عنہ پر

منتهی ہوا ہے !

آپ کا وطن ضلع سہارنپور کا ایک مشہور اور قدیم قصبہ "انبہٹہ" ہے جو سہارنپور سے جنوب میں ۱۶ میل پر واقع ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت ۱۲۹۹ھ سے آپ کی والدہ ماجدہ "مبارک النساء بی، اس زمانے میں اپنے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب کے مکان پر قیام پذیر تھیں، وقت ولادت آپ کے والد شاہ مجید علی ملازمت کے سلسلے میں وطن سے دور باہر گئے ہوئے تھے چونکہ آپ کی ولادت سے قبل چند گھنٹہ ایک بھائی اور بھی پیدا ہوئے تھے جو کہ نہایت صحت مند اور تندرست تھے مگر آپ ضعیف کمزور اور نحیف الجذہ تھے اس لئے فطری طور پر گھر والوں نے آپ کی طرف کم توجہ دی آپ کی طرف گھر والوں کا برتاؤ تغافل و لائعلقی کا رہا، اس کے متعلق مولانا عاشق الہی بلندہ تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کو دایہ نے غسل بھی نہ دیا اور مہل کے کپڑے میں لپیٹ کر علیحدہ کھٹولے میں رکھ دیا، مگر قدرت

ۛۛۛ قاری دارالعلوم دیوبند

کو منغلور تھا کہ اس بچہ پر کہ جس کی طرف ماں کی نگاہ توجہ بھی نہیں اٹھتی تھی کسی وقت دنیا کی نظریں پڑیں اور نورانی چہرہ ٹکانہ عالم بنے اس لئے نومذہبائی کو دنیا سے اٹھالیا۔ اور اس ماں کی آغوش آپ کے لئے خالی ہو گئی، اور اب پورے کنبہ کی پیاد و محبت کی نظریں آپ پر پڑنے لگیں۔

آپ کے مختلف نام

ولادت سے سات دن بعد آپ کا عقیدہ ہوا دو سال قبل آپ کے نانا مولانا مملوک علی کے انتقال کی وجہ سے اس موقع پر گھر کے بڑوں میں مولانا یعقوب نانوتوی صاحب (آپ کے ماموں) تشریف فرما تھے، آپ کے مختلف نام رکھے گئے، ایک نام ظہیر الدین، اور دوسرا، خلیل احمد، رکھا گیا۔

چونکہ آپ کے بھائی کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے خواہن و بیبیاں اور گھر والے نیک فالی کے طور پر آپ کو، اللہ رکھا، کہتے۔ علاوہ انہیں خوبصورتی و حسن صورت کی بنا پر محبت میں بعض گھر والے، موئی، بھی کہتے۔ لیکن یہ سب نام وقتی اور عارضی ثابت ہوئے، چنانچہ (۱) خلیل احمد، مبارک نام ہی سارے ماموں پر غالب آیا اور مشہور ہوا،

حاشیہ ماقبل صفحہ

عہ تاریخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمن ص ۱۸۱

عہ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۳۳

عہ تذکرۃ الخلیل ص ۱۸

ابتدائی تعلیم

مولانا کے والد گرامی ملازمت کے سلسلے میں وطن سے دور رہتے تھے اسی بنا پر مولانا کی پرورش اپنے حقیقی ماموں کے زیر سایہ پروان چڑھی، اس طرح آپ کے چار سال نالوثہ اور انیسٹھ کے مابین گزرے۔ جب آپ نے اپنی عمر کے پانچویں سال میں قدم رکھا، تو ہندوستان کے اطراف میں بغاوت کے نعرے بلند ہو رہے تھے، مسلمانوں کی زیوں حالی روز بروز افزوں تر ہوتی جاتی تھی ہر طرف افراتفری کا دور دورہ تھا، شہروں اور قریلوں میں عوام کے مابین ہنگامی واضطرابی کیفیت پیدا ہو جاتی ہوئی تھی،

ایسے ہنگامہ خیز دور میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا لیکن اس ہنگامہ خیز دور میں بکسوں کے ساتھ تعلیم حاصل نہ کر سکے، اور پانچ سال کا عرصہ اس افراتفری کی نذر ہو گیا،

لیکن مولانا نے اسی افراتفری کے دور میں رہ کر اردو کی کئی کتا ہیں پڑھ لیں اور قرآن شریف بھی ختم کر لیا۔ لیکن جب مولانا کی عمر گیارہ برس کے قریب ہوئی تو آپ نے وطن کو چھوڑ کر گوالیار کا رخ کیا اور اپنے چچا ”النصار علی“ کے سامنے زوالونمذ تہ کیا، اور منبران الصرف، صرف میر، اور پنج کنج پڑھی،

وطن کی طرف مراجعت

چنانچہ اسی دوران مولانا کی والد ماجد اپنی ملازمت کو ترک کر کے اپنے ہومہار بیٹے کی خاطر اپنے وطن میں بودوباش اختیار کی، والد کے ساتھ وطن واپس آکر والد کے حکم کے مطابق انہیٹ کے ایک ممتاز و محترم عالم مولانا سخاوت علی انہیٹوی کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی، آپ نے مولانا سخاوت علی سے کافیہ اور شرح حاشی تک تعلیم حاصل کی،

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم دینیہ کے ساتھ فطرت سلیم سے بھی نوازا تھا۔ ۱۸۵۷ء کا انقلاب، علماء و مسالٰح پر ظلم و تشدد، شاہ حسن عسکری کی بھانسی، اقرباء کی گرفتاری، حافظ ضامن کی شہادت، حاجی امداد اللہ کی ردپوشی، رشید احمد گنگوہی کی گرفتاری، اور دیگر انگریزوں کے غائب و مظالم سے آپ کے معصوم دل و دماغ پر انگریزوں کے خلاف نفرت و بیزاری کا بادل چھا گیا۔

ظلم و ستم کے یہ مناظر دیکھ کر خالص دینی تعلیم کا شوق اور قوم و ملت کی خدمت کا جذبہ و امنگ دل و دماغ میں گھر کر گئی،

انگریزی تعلیم

مولانا کے بعض عزیز و اقارب نے ماضی قریب کے انقلاب اور موجودہ کبیدہ خاطر حالات و عوامل دیکھ کر آپ کے والد کو اس بات کی طرف توجہ

دلائی کہ آپ کو انگریزی تعلیم پر لگایا جائے، کیونکہ حالات کو دیکھتے ہوئے بیرون اس کے دنیا میں کوئی عزت و جاہ کا مقام نہیں مل سکتا چنانچہ آپ کے والد اس پر آمادہ ہو گئے کہ آپ اپنی تعلیم چھوڑ کر انگریزی تعلیم حاصل کریں تاکہ ایک خوش آئند مستقبل کی تعمیر اور زندگی کے خوبصورت سببوں کو تعبیر مل سکے،

مولانا کو جب اپنے والد کی آمادگی کا علم ہوا تو آپ کی بے چینی و اضطراب میں دوچند اضافہ ہو گیا۔ بالآخر ناچار ہو کر انگریزی علوم اور جدید تعلیم کے حصول کے لئے انگریزی اسکول میں داخل ہو گئے، جہاں آپ نے خداداد صلاحیت اور اپنی ذہنی لیاقت کی بدولت بہت جلد انگریزی سیکھ کر چلے بنانے لگے آپ کی قابلیت پر اظہارِ حیرت کرتے ہوئے آپ کے ہندو ماسٹر نے دادِ تحسین دی، ع۔

دارالعلوم دیوبند روانگی کی طرف

عربی علوم سے پہلے سے ہی یک گونہ لگاؤ اور سامراجی زبان سے حد درجہ نفرت کی وجہ سے انگریزی اسکول میں داخلہ کے باوجود ذہنی طور پر علوم جدیدہ کے حصول پر اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکے، خواہش و تمنا کی بنا پر ورد زبان رہنا کہ خدا کوئی بہتر انتظام کر دے اس سے رستگاری کی کوئی سبیل پیدا ہو جائے

بالآخر انہی آہوں کا صلہ کہ محرم ۱۲۸۳ھ میں دہلیہند ضلع سہارنپور میں "دارالعلوم" کی بنیاد پڑی، اور علوم دینیہ کی تحصیل فضل کے حصول کے لئے ایک اسلامی قلعہ کی تعمیر معرض وجود میں آئی؛ جب مولانا کو دارالعلوم دہلیہند کے قیام کا علم ہوا تو دل میں علوم عربیہ کے حصول کا شوق بھڑکنے لگا۔

شوق اس وقت اور فزوں تر ہوا جب معلوم ہوا کہ مدرسہ کے صدر مدرس آپ کے حقیقی ماموں مولانا یعقوب نانوتوی مقرر ہوئے ہیں۔ چنانچہ والدین سے اظہارِ خواہش کر کے اجازت چاہی برہائے اجازت دہلیہند کا رخصت سفر باندھا، یہاں آکر ماموں کی سایہ عاطفت میں منزلِ علم طے کرنے لگے؛

دہلیہند سے سہارنپور روانگی

آپ اپنے ماموں کے زیر سایہ نہایت تیزی سے دارالعلوم میں علم کی حصول کے چھ ماہ ہی ہوئے تھے یکم رجب ۱۲۸۳ھ میں شہر سہارنپور میں مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوری نے عربی مدرسہ کی بناء ڈالی اس مدرسہ میں مولانا مظہر نانوتوی (صدر مدرس رشتہ کے ماموں) کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنے کا داعی پیدا ہوا

عنه تاريخ مظاہر ج اول -

چنانچہ آپ نے دہوبند سے سپاربنور کے لئے رخت سفر
 باندھا۔ اور ”عربی مدرسہ“ (مظاہر العلوم) پہنچ کر مختصر المعانی
 میں داخلہ لے لیا۔ اور اس طرح صرف ۱۹ سال کی عمر میں
 حدیث، فقہ، اصول و تفسیر، منطق و فلسفہ اور ریاضی، غرض
 کہ دس نظامی کی حمد کتب سے مظاہر العلوم ہی میں رہ کر
 فراغت پائی عہ۔

یہاں مولانا کے بزرگ اساتذہ میں مولانا مظہر نانوتوی،
 مولانا سخاوت علی، مولانا سعادت حسین بہاری، قابل ذکر ہیں۔
 مولانا نے دہوبند کی جگہ سپاربنور کو کیوں ترجیح دی
 اپنی کی زبانی ترجمانی ملاحظہ ہو۔

”دہوبند میں آپ دہوا موافق نہیں آئی، تو مظاہر
 العلوم میں آکر داخل ہو گیا۔ مولانا مظہر نانوتوی کی
 برکت و شفقت تھی کہ مولانا نے فرمایا کہ شرح جابی کاکوئی
 سبق مدرسہ میں نہیں اس لئے مختصر المعانی میں داخل
 ہو جاؤ“ عہ

حدیث کی تعلیم

مولانا خلیل احمد صاحب صحاح اکثر و بیشتر کتا ہیں مدرسہ مظاہر العلوم کے مدرسِ اول مولانا مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ سے پڑھیں۔ اور ابوداؤد شریف کا درس مولانا رحمۃ اللہ ہی سے اوقات متفرقہ میں لیا، مولانا کا خود بیان ہے کہ،

میں نے ابوداؤد شریف دورۂ حدیث کے ساتھ نہیں پڑھی، بلکہ اپنی ملازمت کے دوران پڑھی ہے۔ علاوہ ازیں جن اساتذہ اور شیوخ سے آپ کو حدیث کی اجازت ملی وہ حسب ذیل ہیں:

شیخ احمد دحلان مہاجر مکی، مولانا شاہ عبدالغنی

سید احمد بزرگنجی، مفتی عبدالقیوم بڑھانوی، وغیرہ۔

چنانچہ جب مولانا نے اپنی تعلیم سے فراغت حاصل کی تو آپ کے والد نے فرطِ خوشی و محبت میں ایک عظیم الشان محفل دعوت و طعام کا انتظام کیا۔ جس میں علماء و عوام سب کو مدعو کیا۔

۱۳۵ تذکرۃ الخلیل

۲۱۱ تاریخ مظاہر ج ۲ ص ۲۱۱

۹۰ حیاتِ خلیل

عربی ادب



عربی ادب کی تعلیم آپ نے مولانا فیض الحسن سیہارنپوری سے حاصل کی، آپ کو علم حدیث، فقہ، اور دوسرے علوم کے ساتھ عربی ادب کے ساتھ بڑا شغف اور لگاؤ تھا،

جب آپ معین المدرس ہوئے تو آپ کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ عربی ادب کی تحصیل کی جائے اور ادب سے ذوق رکھنے والے کی خدمت میں رہ کر کسب فیض کیا جائے۔ چنانچہ آپ کی نگاہ مولانا فیض الحسن سیہارنپوری پر پڑی جو اس زمانے میں لاہور اور سنٹل کالج میں ادب النساب اور امام کے اساتذہ تھے چنانچہ مولانا نے ادب کی تحصیل کی خاطر لاہور کا سفر اختیار کیا۔ اور وہاں جاکر امام ادب و بیان مولانا فیض الحسن سے کسب فیض کیا اور ادبی تعلیم کو پروان چڑھا یا، اور اپنی ادبی تشنگی بجھائی، (۱)

بقول آپ کے جب مدرسہ مظاہر العلوم کا شعبان ۱۳۸۹ھ میں سال تمام ہو گیا تو " لاہور جاکر چند ماہ فیام کیا۔ مقامات و مثنوی مولانا فیض الحسن صاحب سے پڑھ کر دلو بند والیں آگیا " (۱)

(۱) حیات خلیل ص ۹۳

(۲) - علماء دیوبند از علم حریت - ص ۴۱

حفظ قرآن



نرمانہ طالب علمی ہی میں جب آپ اور آپ کے چچا زاد بھائی مولانا صدیق احمد صاحب امتحان سے فارغ ہو کر آخر شعبان میں اپنے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے تو رمضان المبارک اپنے والدین کے ساتھ گزارتے اور تراویح اور تلاوت قرآن مجید سنتے کاشرف حاصل کرتے۔ بچپن ہی میں حفظ قرآن کا جذبہ پیدا ہوا لیکن حفظ کا موقع نہیں مل سکا کہوں کہ آپ کے وطن میں مرنے ایک دو ہی حافظ تھے،

حفاظ کی کمی کی وجہ سے ہر مسجد میں مکمل قرآن پڑھنے کا اہتمام نہیں ہو پاتا تھا، دونوں بھائی ایک ہی محلہ کی مسجد میں تراویح پڑھتے تھے، اس مسجد میں حافظ جیم بخش تراویح پڑھاتے تھے، آپ دونوں بھائی کے ساتھ آپ کے ہمعصر مولوی اسحاق بھی ساتھ ہی تراویح پڑھتے تھے،

ایک مرتبہ تینوں نے مشورہ کیا اور حافظ صاحب سے بات چیت کی، کہ ہمارے محلے کی مسجد میں قرآن مجید سنا دیں تاکہ معذور اور بوڑھے جو یہاں نہیں آسکتے وہ بھی مستفید ہو جائیں لیکن حافظ صاحب نے ان کی بات پر توجہ نہ دی، انہوں نے زیادہ اصرار کیا، اصرار کرنے پر حافظ صاحب خفا ہو گئے، اور کہنے لگے

کہ البساہی قرآن سننے کا شوق ہے تو خود حفظ کہوں نہیں کر لیتے، حدیث پڑھنے کے لئے تھے، قرآن یاد نہیں ہوتا، (۱۱)

حافظ صاحب کی زبان سے نکلے ہوئے یہ الفاظ تہربن کر مولانا کے غفور دل میں اتر گئے، تب تینوں نے یہ طے کیا کہ آئندہ سال دس دس پارہ یاد کر کے ہی واپس اپنے وطن آئیں گے، چنانچہ بعد رمضان اپنے مدارس میں چلے گئے اور مطالعہ کتب سے جو وقت بچنا، اس میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا،

مولانا خلیل احمد حفظ کرتے جانے طبیعت میں شگفتگی و بشاشت آتی جاتی حتیٰ کہ جب دس پارہ یاد ہوئے تو آپ نے یہ سلسلہ روکا نہیں ہمت مزید افزوں ہوئی باری خداوندی کہ آخر شعبان میں جب آپ وطن واپس آئے تو مکمل حافظ قرآن تھے،

مولانا کی تدریسی خدمات

=====

فراغت کے بعد آپ فوراً ہی مدرسہ مظاہر العلوم میں تین روپے ماہوار میں معین المدرس بنادے گئے مگر کچھ ہی دنوں بعد علم کی پیاس آپ کو لاہور لے گئی جہاں آپ نے مشہور ادیب مولانا فیض الحسن سے تعلیم حاصل کی وہاں سے واپسی پر آپ کے ماموں مولانا محمد یعقوب صاحب نے دس روپے ماہوار پر، قاموس،

کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے مسوری روانہ کر دیا ، مسوری میں چند ماہ رہ کر منگھور کے " مدرسہ عربیہ " میں مدرسِ اول کی حیثیت سے گئے اور یہاں آپ پانچ سال تک مسند تدریس پر فائز رہے ۔ اور فرانس میں درس و تدریس بخوبی انجام دیتے رہے ؛ بعد ازاں آپ نے مولانا یعقوب نانوتوی کے حکم پر منگھور کو خیرباد کہا ، اور بھوپال روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر " مدرسہ سلطانہ " میں عہدہ تدریس سنبھال کر طلبہ علم کو مستفید کرنے لگے ۔ سو قسمی کہ اہل بھوپال مولانا سے پوری طرح فیض یاب نہ ہو سکے ، کیونکہ مولانا کو بھوپال کی آب و ہوا راس نہ آئی ، دوسرے مولانا کو اپنے اُسکابر کے چھوٹے کا شدید غم تھا ، ان وجوہات و اسباب کی بنا پر مولانا نے کچھ عرصہ بعد شہر بھوپال چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا ، وہ دن آن پہنچا کہ آپ نے بھوپال سے رخصت سفر باندھا اور سکندر آباد میں جا کر درس و تدریس کا مشغلہ شروع کر دیا ، لے

مولانا نے سکندر آباد کو اس لئے پسند کیا کہ یہاں کے عوام بدعت کی گھٹا لوپ تاریکی میں گھری ہوئی تھی ، ادھام پرستی ان کی گھٹی میں بڑی تھی ، مولانا نے اپنی پوری روحانی و جسمانی طاقت بدعت کے استیصال میں صرف کرنی شروع کر دی ، ان کے درمیان حدیث و قرآن کی روشنی بھیلانے کی کوشش کی تاکہ بدعت کا قلع فمع ہو کر سنت و قرآن کے احکام و فرمان کا احیاء ہو ، لیکن

لے حیات خلیل ص ۱۳۵

ہوا کہ آپ اہل بدعت کی جگہاں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے نتیجہً مولانا کو چند ہفتہ بعد ہی اہل بدعت کی انڈارسا بنوں کی وجہ سے تنگ آکر سکندر آباد کو خیرباد کہنا پڑا،

اس کے بعد آپ اپنے ماموں کے حکم پر بھاولپور کے لئے روانہ ہو گئے، اور یہاں آکر مولانا شمس الدین کے زیر نگرانی درس و تدریس میں دلجمعی سے مشغول ہو گئے، کچھ ہی مہینہ کے بعد آپ کی علمی مرئیت اور شانِ کمال کا چرچا قرب و جوار کے علاقوں میں پھیل گیا، دور دراز سے مختلف علوم و فنون کے طلبہ آکر آپ سے کسب فیض کرنے لگے۔

لیکن مولانا رحمہ اللہ کا ستارہ قسمت یہاں بھی حرش میں رہا اور آپ اپنے فیوض و برکات سے لوگوں کو مستفیض نہ کر سکے؛ کیونکہ یہاں آمد کے چند ماہ بعد ہی ایک بڑے حادثہٴ جانکاہ سے نصیر رنج و ملال بن گئے وہ یہ کہ مولانا کی زوجہ محترمہ اس دار فانی سے دار جاودانی کیلئے سدھار گئیں،

اس حادثہٴ فاجعہ کا مولانا پر یہ اثر ہوا کہ آپ ذہنی طور سے مفلوج ہو گئے، برنبائے حادثہ بھاولپور کو بھی سلامِ رخصت پیش کیا، اور اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے، اور کچھ عرصہ بعد بھاولپور کے لوگوں کی محبت و خلوص اور جذبہٴ ہمدردی نے مولانا کو پھر

کھینچ لیا، اس طرح مولانا نے دوبارہ پہنچ کر پھر ندرپسی فرائض بحسن و خوبی انجام دینے لگے،

اس طرح آپ بھاولپور کی آب و ہوا میں انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ گیارہ سال تک سفر حیات طے کیا، لہ

بالآخر ایک دن مخالفین و مبذعین کا جذبہ استفام پاپہ تکمیل کو پہنچا اور آپ کی حرکتاری کا حکم صادر ہو گیا، جس کی وجہ سے آپ کو بھاولپور سدا کے لئے خیر باد کہنا پڑا، پھر آپ نے اپنے وطن ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی ▲

مدرسہ مصباح العلوم میں

مدرسہ مصباح العلوم آپ کے یزرگوں کا قائم کیا ہوا تھا ۱۳۰۶ھ میں جب حضرت مولانا بھاولپور چھوڑ کر واپس وطن آئے تو مولانا محمد احسن نانوتوی کا مخالفین کی مسلسل رہتہ دواہیوں کی وجہ سے بریلی چھوڑ کر نانوتہ آکر حافظ محمد جعفر خاں اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں عرض حال کیا کہ مصباح العلوم (بریلی) کے لئے ایک مدرسہ اول کی ضرورت ہے تو حضرت گنگوہی نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کو انتخاب فرمایا، اور چالیس روپے لے حیات خلیل ص ۱۳۱

مشاہرہ میں بریلی جانے کا حکم دیا ۔
 بریلی پہنچتے ہی مدرسہ مصباح العلوم کو اپنے ہاتھوں میں
 لیا درس و تدریس کے ساتھ انتظامی امور کی ذمہ داری لی ،
 بریلی کے دو سالہ قیام میں آپ کے معمولات شب و روز میں
 مدرسہ کی ترقی ، درس و تدریس میں ہمہ تن مشغولیت اور مسلک
 اہل حق کی ترویج و اشاعت تھی ؛
 مولانا عاشق الہی میرٹھی آپ کے معمولات ان لفظوں میں رقمطراز
 ہیں :

بریلی تشریف لا کر بھی مغرب سے عشاء تک حضرت کتاب دیکھتے اور
 بعد نماز عشاء کھانا تناول فرما کر تھوڑی دیر پھر مطالعہ میں مشغول رہتے
 اس کے بعد سو جاتے اور آخر شب میں اللہ کرہ پڑھا کرتے ، نماز فجر
 کے بعد تلاوت اور وظائف میں مشغول رہتے اور اتران کے بعد مدرسہ
 میں تشریف لے آتے تھے ، گرمی میں دس بجے تک اور موسم سرما میں
 گیارہ بجے تک صبح کو دورہ حدیث اور بعد ظہر سے عصر تک فقہ
 کا درس دیتے تھے ، دوپہر میں کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر
 قبلولہ فرمایا کرتے ، اور اس درمیان میں جو وقت ملتا اس
 میں صاحبزادہ محمد ابراہیم کو پیار و شفقت سے پڑھایا کرتے
 تھے ۔

بریلی سے دیوبند

بریلی میں ۱۳۰۶ھ سے ۱۳۰۸ھ کے مابین دو سال قیام کیا کہ آپ کے شیخ و مُرشد حضرت رشید احمد گنگوہی نے آپ کے لئے دارالعلوم میں منہاجِ تجویز فرمایا اور آپ کو لکھا،

گو نخواہ میں دس روپیہ کا سفر ہے مگر تمہاری

علمی ترقی کا لحاظ کر کے اس کو پسند کرنا ہوں۔

مولانا کو یہ خبر ملتے ہی بہت خوش ہوئے اور حضرت گنگوہی کا حکم ملتے ہی آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور آپ کو مدرسِ دوم بنایا گیا، آپ کو کتبِ حدیث کی ذمہ داری دی گئی اسی کے ساتھ ہدایہ آخرین بھی آپ ہی کے سپرد تھی، ادب کی کچھ کتابیں بھی آپ پڑھائے تھے۔

گرچہ آپ نے ہندوستان کے طول و عرض میں متعدد مقامات پر تعلیم دی مگر یہ زندگی کی بارادہاں تھی کہ یہاں رہ کر آپ کو اپنے وطن اور اپنے گھر کا ماحول ملا، اس مادرِ درسگاہ میں رہ کر جملہ پریشائیاں رفع ہو گئیں واقعہ کچھ ایسا تھا کہ یہاں آکر آپ کو حضرت گنگوہی کی قربت اپنے خاص مادرِ علمی میں ملازمت اور دہریہ احباب و پُر خلوص لوگوں کی رفاقت ملی۔

دوبند سے مظاہر العلوم



مدسہ مظاہر العلوم، کی سرپرستی حضرت گنٹوی کے سپرد ہوئی ان کی سرپرستی میں مدرسہ کو خاطر خواہ وقعت و عظمت اور معتد بہ ترقی حاصل ہوئی،

حضرت گنٹوی کی سرپرستی کے دوران ایک صدر مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی، نو اہل تعلق کی نگاہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری پر ٹکی چنانچہ حضرت گنٹوی کی خدمت میں اپنی ضرورت اور حضرت مولانا کا انتخاب رکھا گیا تو آپ گنٹویؒ نے اس درخواست کو خوشی کے ساتھ قبول فرمایا اور ایک مکتوب لکھا باس وجہ آپ ۵ رجادی الثانی ۱۳۱۲ھ کو دوبند سے سہارنپور تشریف لے آئے، اور اپنے اسٹاذ حضرت مولانا مظہر نانوتوی (م ۱۳۰۲ھ) کی سند درس کو رونق بخشی، مہر روئے ماہوار مقرر ہوا،

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرسہ مظاہر العلوم میں صدر مدرس کے عہدے پر ۱۳۱۲ھ سے ۱۳۳۶ھ تک پورے بائیس سال فائز رہے ۱۳۳۶ھ سے عہدہ نظامت بھی سنبھالا ۱۳۳۸ھ سے سرپرستیوں کی صف میں داخل ہوئے اور ہجرت تک اس عہدے پر فائز رہے۔ اس سنہرے طویل دور میں آپ نے اپنی تعلیمی تعمیر اور ذہنی ودماغی دلوں تکمیل...

صلاحیت مدرسہ کی ترقی و ترویج اور تعلیم و نظم میں بلندی کے حصول میں صرف کردی ؛ بعدہ حرم شریف نثریف لے گئے ؛

حرم شریف میں آپ کا درس

۱۳۲۳ھ نو جادی الثانی کو سارے مسلمانوں خصوصاً دارالعلوم اور مظاہر العلوم پر رنج و الم کا کہرا چھا گیا جب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا انتقال پُر ملال ہوا ، اس کے بعد آپ دل شکستہ اور مہجور رہے لگے آپ کو حضرت سے جو گہرا تعلق تھا اس کا ایک گوشتہ اندازہ گنگوہی کے نام لکھے مکاتیب سے ہوتا ہے ، چنانچہ ایک مرشد کی محبت ، ایک باپ کی سی شفقت ایک ماں کی سی الفت سے محرومی کی تصویر کشی نہیں ہو سکتی

اس بے چینی و اضطراب کا ایک ہی حل تھا کہ آپ مدینہ منورہ جائیں اور اپنے غم کو بھول جائیں کیونکہ آپ کو مدینہ پاک سے والہانہ محبت تھی ، اس لئے آپ نے مدینہ منورہ جانے اور کچھ عرصہ وہیں قیام کر کے سکون و طمانیت حاصل کرنے کا ارادہ کیا ،

چنانچہ مدینہ پہنچ کر جتنے دن بھی آپ نے قیام کیا حدیث کا درس دیا ، آپ کے درس میں طلباء و علماء کثرت سے شریک ہوتے

بہنوں نے آپ سے سندِ حدیث حاصل کی :

حضرت مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں کہ

”سید^{۳۲۲} کی ابتدا میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبِ قدس اللہ

سرہ الغزیر بعد از فراغت حج مدینہ منورہ تشریف لائے اور تقریباً پندرہ

روز قیام فرمایا ، چونکہ موصوف برے اساتذہ کرام ہیں سے

تھے اس لئے طلباء کرام مدینہ منورہ کا ان کی طرف بہت ہجوم

ہوا ، اور عموماً علماء مدینہ بھی ان کی زیارت اور دست بوسی

کے لئے حاضر ہوتے رہتے اور بہت بُرے مجمع نے اوائل کتب

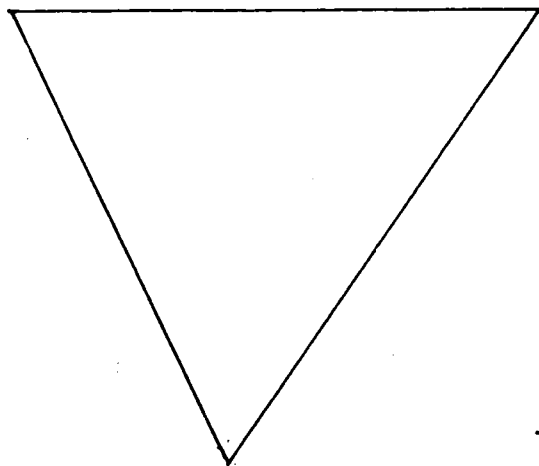
احادیث بنا کر مسجد تشریف کے اندر بُرے حلقہ میں اجازت کتب

حدیث و علوم لی ہ لہ

کچھ عرصہ بعد آپ مدینہ منورہ سے واپس تشریف لائے اور پھر واپسی ہی

دلجمعی محبت لگن اور یکسوئی کے ساتھ درس و تدریس کا مشغلہ شروع

کر دیا ؛



لہ نقشِ حیات متا

حضرت مولانا خلیل احمد سیہارنپوری

کے مشہور تلامذہ

حضرت مولانا شاد اللہ امرتسری

مولانا نور شاہ کشمیری

مولانا زکریا کاندھلوی

مولانا سید حسین احمد مدنی

مولانا اشرف علی تھانوی

مولانا محمد دریس کاندھلوی

مولانا بدر عالم میرٹھی

مولانا سعید احمد آجراؤدی

مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی

مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری

مندرجہ بالا فہرست آپ رحمہ اللہ کے بے شمار تلامذہ میں سے چندہ اور

علم و ادب کے میدان میں نمایاں اجلہ و برگزیدہ شاگردوں کی ہے۔

چند معروف اشخاص کا تعارف و تذکرہ ناگزیر ہے

بنابرین اگلے صفحات ملاحظہ ہوں



مولانا شاد اللہ امرتسری

شاد اللہ بن محمد کشمیری ثم امرتسری ،

۱۲۸۲ھ میں امرتسر (پنجاب) میں پیدا ہوئے ، آپ نے ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی ، کچھ دنوں مولانا احمد اللہ امرتسری سے تعلیم حاصل کی ، اور پھر حدیث کی کتابیں شیخ عبد المنان وزیر آبادی سے پڑھیں بعدہ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے ، جہاں پر منطق حکمت ، فلسفہ معقولات اور فقہ کی تعلیم مدرسہ عالیہ کے اساتذہ سے پڑھا ، اس کے بعد آپ کانپور تشریف لے گئے ، جہاں پر آپ نے مولانا احمد حسین کانپوری سے درسی کتب کی بڑی کتابیں پڑھیں ، اور ۱۳۱۱ھ میں فراغت حاصل کی ،

مولانا کو علوم دینیہ حدیث تفسیر فقہ میں اعلیٰ درجہ کی لیاقت واستعداد حاصل تھی ، مولانا مسلک اہل حدیث تھے ، ۱۳۲۱ھ میں امرتسر سے ایک ہفتہ دار اخبار "الہدیت" کے نام سے نکالنا شروع کیا ، جو چوالیس سال تک جاری رہا ، آپ فوی الحفظ اور سربلج الجواب تھے ، آپ مختلف علوم و فنون کے جامع گوں ناگوں کمالات و اوصاف سے منصف تھے ، آپ کو شیر پنجاب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ،

تقریباً ۱۳۶۳ھ میں آپ گوجرانوالہ (پاکستان) منتقل ہو گئے تھے اور وہیں سرگودھا میں اسی برس کی عمر پا کر ۱۳۶۳ھ میں وفات پائی

صاحب نزہۃ الخواطر مولانا کی خوبیاں اور اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " وہ ایک خوبصورت انسان تھے رنگ سفید تھا، اپنی صحت اور لباس کا بڑا اہتمام کرتے تھے، وقت کی حفاظت کرتے تھے اور کام میں سخت محنت کرتے تھے، انتہائی ذہین، حاضر جواب اور مناظرہ میں چھا جانے والے تھے، لٹریچر و تالیف سے انتہائی شغف تھا، مناظروں کے لئے بڑے لمبے لمبے سفر کرتے تھے "

ایک مرتبہ ۱۳۲۶ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کو چیلنج کیا تھا، کہ ان دونوں میں جو بھی جھوٹا ہو اس کو موت آجائے اور اس کو طاعون و سپینہ جیسے امراض لاحق ہو جائے چنانچہ صاحب نزہۃ الخواطر کا بیان ہے کہ " مرزا غلام احمد قادیانی اپنی امراض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے اور مولانا عرصہ تک زندہ سلامت رہے (۱) "

علمی خدمات

۵ تفسیر القرآن بکلام الرحمن

جب یہ تفسیر شائع ہوئی تو کچھ علماء نے اس پر اعتراض کیا اور اس کے رد میں ایک رسالہ " اربعین " کے نام سے لکھا جس میں اس تفسیر کی چالیس جگہ پر سخت اعتراضات کئے گئے تھے لیکن

- اس کے باوجود یہ تفسیر تفسیر القرآن کی ایک کامیاب کوشش ہے ،
- ⑤ بیان القرآن علم البیان (۲) مولانا نے یہ تفسیر علم بیان اور علم معانی کو پیش نظر رکھ کر لکھا ہے ۔ اس تفسیر کی پہلی جلد مطبوعہ ندوہ کے کتب خانے میں موجود ہے ۔ جس میں سورہ بقرہ کی تفسیر ہے ۔ باقی کا پتہ نہیں چل سکا ہے (۳)
- ⑥ تفسیر ثنائی (اردو)
- ⑦ تقابل ثلاثہ (اردو) اس میں مصنف نے اسلام و ہد اور الجبل کا تقابلی مطالعہ کیا ہے ۔



تقابل معنی

(۱) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۹۶

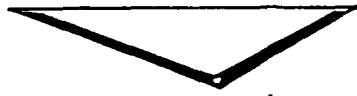
بریں صفحہ

(۲) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۹۵

(۳) ہندوستانی مفسرین اور ان کی

عربی تفسیریں ،

مولانا الزور شاہ کشمیری



علامہ الزور شاہ کشمیری کا تعلق کشمیر کے ایک قدیم خاندان سے ہے آپ کے مورث اعلیٰ بغداد سے ملتان اور پھر ملتان سے لاہور اور لاہور سے کشمیر آئے اور وہیں بس گئے ،

مولانا الزور شاہ ابن معظم شاہ کی ولادت علاؤ لولاب (تحصیل بارہ مولہ کے ایک گاؤں دور پھواں) میں ۱۲۹۲ ھ میں ہوئی ، لہ

قرآن مجید اور فارسی کے رسائل اپنے والد ماجد سے پڑھ کر ۱۳۰۵ ھ میں ضلع ہزارہ جاکر متعدد علماء سے عربی تعلیم پائی ۔

۱۳۰۹ ھ میں دہلی آ گئے اور ۱۳۱۲ ھ میں شیخ الہند سے حدیث کی تکمیل کی ، علامہ رشید احمد گنگوہی سے روحانی فیض حاصل کرنے کے علاوہ سند حدیث حاصل کی ،

۱۳۱۵ ھ میں دہلی کے مدرسہ امینیہ کی صدر مدرس پر مامور ہوئے ، اور ساڑھے چار سال تک اپنے فرائض انجام دینے کے بعد اپنے بھائی کی رحلت کے بعد والدہ کی طلب پر خانقاہ کی جانشینی اور خاندانی امور میں معاونت کے لئے وطن واپس گئے ، لیکن وہاں علمی ذوق کی عدم تشفی دینی شغف کی کمی ، بدعات کی کثرت ، غلط مراسم کی اشاعت ، اور عام جہالت ان کے لئے سواہن روح تھی ،

۱۳۲۳ھ میں عازم حجاز ہوئے۔ اور حج سے فراغت پا کر اسلامی ممالک کے فضلاء سے ملاقاتیں کیں، حدیث و تفسیر کی نادر کتب کا مطالعہ کیا، اور شیخ حسین طرابلسی سے سند اجازت حاصل کی، واپس آکر بارہ مولہ (کشمیر) میں مدرسہ فیض عام کی بنیاد رکھی۔
 ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم دیوبند کے لئے اپنی خدمات وقف کر دی
 شیخ الہند رحمہ اللہ نے اپنی رحلت سے پین سال قبل اپنا جانشین بنایا
 لیکن ۱۳۲۲ھ دارالعلوم کے ارباب حل و عقد سے اختلاف کے سبب
 ہم خیال علماء و طلباء سمیت مدرسہ ڈاھبیل چلے گئے، انتقال سے
 دو سال قبل دیوبند آ گئے تھے،

آخر عمر میں آپ کئی سال تک مرض بواسیر میں مبتلا رہے، اور
 اسی میں ۳ صفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء کو دیوبند میں انتقال
 فرمایا، اور وہیں مدفون ہوئے (۳)

شاہ صاحب زہد و صلاح حلم و صبر قناعت و وفا اور ظرافت
 وغیرہ جیسے صفات حمیدہ کے مالک تھے، وہ مطالعہ کے ایسے
 شائق تھے کہ روزانہ دو سو صفحات کا مطالعہ کرنے تھے پھر حافظ
 ایسا پایا تھا کہ سرسری نظر سے کتاب دیکھ لیتے تو اس کے مباحث
 پندرہ برس تک صفحہ ذہن میں محفوظ ہو جاتے۔ وہ انگریزی اور
 عبرانی زبانوں سے بھی بخوبی واقف تھے، ان کے درس حدیث سے

(۱) ضلع سورت صوبہ گجرات ہند (۱) علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۵ ص ۲۱۴

(۳) نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۸۲

متاثر ہو کر۔ المنار، سید رشید رضا مصری نے شاہ صاحب کشمیریؒ کی علمیت کا لوہا ماننے ہوئے عرب ممالک سے علم حدیث ختم ہو جانے اور ہندوستان میں موجود ہونے کا اعتراف کیا ہے (۱)

شاہ صاحب رحمہ اللہ کی چند مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں

① فیض الباری شرح صحیح بخاری یہ چار جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

② انوار المحمود فی شرح سنن ابی داؤد — یہ دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے

③ العرف الشذی بشرح جامع الترمذی — اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں

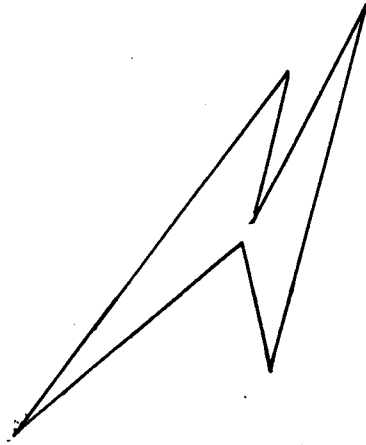
④ معارف السنن — اس کے دو حصے کراچی سے شائع ہو چکے ہیں

⑤ الاتحاد لمذہب الاضاف — یہ ۱۹۵۹ء میں لندن سے شائع ہو چکی ہیں

⑥ اکفار المکذبین

⑦ خاتم البنین

⑧ کشف السترة ' وغیرہ مشہور تصانیف ہیں ؛ (۲)



(۱) النفعۃ العبر فی ہدی الشیخ النور لمولانا یوسف البیہودی

(۲) علماء ہند کا شاندار مافی ۲۳-۲۲

مولانا بدر عالم میٹھی

مولانا بدر عالم رحمہ اللہ بدایوں میں پیدا ہوئے آباؤی وطن میرٹھ تھا، ابتدائی تعلیم الہ آباد کے ایک انگریزی اسکول میں میٹرک تک پائی، اسی اثناء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا ایک وعظ سنا اور سننے کے بعد ایسے متاثر ہوئے کہ دین حق کی طرف رجحان پیدا ہو گیا، اور آپ کے والد ماجد نے علوم دینیہ حاصل کرنے کے لئے مظاہر علوم سہارنپور بھیج دیا، چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے سامنے زانو ٹکھتہ تہہ کیا، اور اپنے تعلیمی جذبہ کی تکمیل کی، بعدہ آپ ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم دہلویہ تشریف لائے اور وہاں مولانا الفور شاہ صاحب کے درس میں شرکت کی، پھر ۱۳۲۵ھ میں دارالعلوم دہلویہ میں تدریسی خدمات انجام دیں،

۱۳۲۶ھ میں شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے ہمراہ ڈاکھیل چلے گئے، اور سترہ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں،

آخر عمر میں مدینہ منورہ جاکر سکونت اختیار کر لی، اور ۵ رجب ۱۳۸۵ھ اللہ کو پیارے ہو گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، (میر اللہ مضجعہ) آپ کی متعدد تصانیف ہیں سے مشہور مندرجہ ذیل ہیں۔

۵ فیض الباری درجہ اول، شاہ صاحب کی درسی تفاریر کا مجموعہ، حواشی

مولانا بدر عالم صاحب کے ہیں۔

② ترجمان السنہ درجہ اول جلد

③ جواہر الحکم

④ زبدۃ المناسک جو مسائل حج پر مشہور تالیف ہے

”خلاصۃ المناسک“ کے نام سے اسی کی تلخیص شائع ہوئی ہے

و غیر ذلک، لہ



مولانا قاری سعید احمد اجراڑوی

اجراڑو ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد قصبہ کے مدرسہ ہی میں ابتدائی کتب فارسی کی پڑھیں، پھر مظاہر علوم سہارن پور چلے آئے، اور شرح تہذیب نورالایضاح وغیرہ مظاہر علوم میں پڑھیں،

فراغت کے بعد سے عمر کے آخری لمحات تک مدرسہ کے ساتھ والہانہ تعلق رہا، ۱۳۲۳ھ میں نجومیہ کے استاذ مقرر ہوئے، ۱۳۲۴ھ میں آپ نائب مفتی بعدہ مفتی اعظم و صدر مدرس بنائے گئے،

۲ صفر ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۵۴ء کو انتقال فرمایا۔

علمی خدمات ! ⑤ فیض العزیز (دفتہ نجومیہ) ⑥ القلائد الجوہریہ

⑦ احکام الصید اقوال الأخبار فی خلت الکفار شرح خلاصۃ البیان

لہ تاریخ دارالعلوم (دہلویہ) ج ۲ ص ۱۲۲

آداب السلام ، بہ معنی صاحب کی زندگی کا آخری شاہکار ہے
ان تالیفات کے علاوہ آپ نے ترمذی شریف ، بذل المجہود شرح
ابی داؤد ، نسائی شریف ، جلالین ، مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ پر بڑا قیمتی
اور وسیع انداز میں حواشی تحریر فرمائی ہے ۛۛ

مولانا ادیس کاندھلوی

متوفی ۲۸ جولائی ۱۹۷۷ء در لاہور پاکستان

مولانا کی شخصیت علم و فضل زہد و تقویٰ انبار و انکساری سادگی و اخلاص کا
پرکشش مجموعہ تھی ،

آپ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز خالقاہ اشرفیہ کھانہ کھون سے ہوا ،
پھر مظاہر علوم کا رخت باندھا ، دورۂ حدیث تک تکمیل علم کے بعد شوق نے
دارالعلوم پٹیچا دیا ، دارالعلوم میں علامہ کشمیری کے حلقہ درس میں شامل
ہو گئے جسکی نظر ارض ہند پر شاہ عبدالغفر محدث دہلوی کے
بعد سرزمین ہند پر ایسا فقیہ وسیع النظر محقق ، اور جامع
عالم ، حافظ حدیث پیدا نہیں ہوئے ،

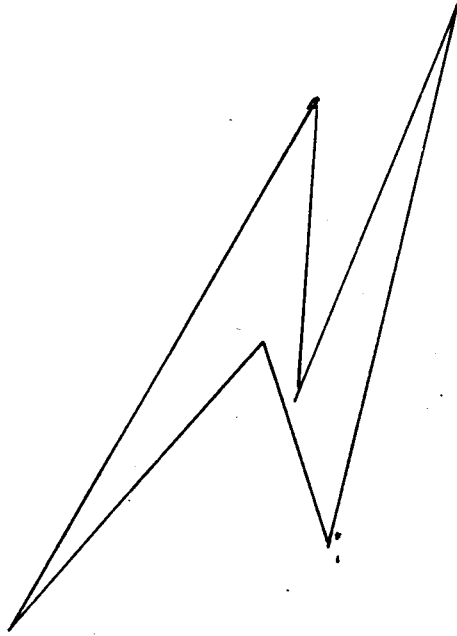
۱۳۳۷ھ میں فارغ ہوئے ، تفسیر حدیث کلام اور عربی
ادب سے بطور خاص شغف تھا ، عربی و فارسی کے فی البدیہہ
شاعر تھے ۔

نام زندگی درس و تدریس ، تصنیف و تالیف میں گزار دی ، ۛ
ۛ تاریخ مظاہر ص ۳۲ ج ۲

کچھ عرصہ تک دارالعلوم دہلوی میں بھی تدریسی خدمات انجام دی، بعدہ
 حیدرآباد چلے گئے، پھر دارالعلوم میں آ گئے،
 ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لے گئے اور جامعہ اشرفیہ
 لاہور میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۴

تصانیف

- ۱۔ سُرَحُ التَّعْلِیقِ الصَّیْحِ عَلٰی مَشَاوِیْہِ الْمَضَابِیْحِ
- ۲۔ تفسیر معارف القرآن .
- ۳۔ سیرۃ المصطفیٰ
- ۴۔ تحفۃ القاری فی حل مشکلائے البخاری
- ۵۔ مقامات عربی کا حاشیہ . وغیرہ . ۵



مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے

معروف اساتذہ

- ① مولانا الضار علی ، صدر الصدور ریاست گوالیار
- ② مولانا سخاوت علی ، ابنیہ کے ممتاز و محترم عالم
- ③ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ، صدر مدرس مدرسہ دارالعلوم دیوبند ،
- ④ مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوری
- ⑤ مولانا مظہر نانوتوی صدر مدرس مظاہر علوم و اسناد حدیث ،
- ⑥ مولانا سعادت حسین بہاری رح
- ⑦ سید احمد بزرگنجی ، مدینہ منورہ میں جلد کتب حدیث و فنون کی اجازتی
- ⑧ مولانا عبد القیوم بڑھائی ، بھوپال میں سند حدیث حاصل دی
- ⑨ شیخ احمد دحلان ، حرمین شریفین میں اجازت حدیث حاصل کی ،
- ⑩ مولانا عبدالغنی مجددی نقشبندی ، ان کے سامنے جلد کتب حدیث کے اوائل پڑھ کر سند اجازت لی



اخلاق و عادات

”مولانا خلیل احمد سہارنپورک“ جس طرح علم دین کے بلند مرتبہ پر فائز تھے، اللہ تعالیٰ نے اسی طرح آپ کو اخلاق فاضلہ و حد سے بھی نوازا تھا، چنانچہ نزعۃ الخواطر میں ہے کہ، آپ نفاقت پسند تھے، خوبصورت اور صاف لباس زیب تن فرماتے تھے، لیکن اس میں تکلف اور اسراف کا شائبہ نہ ہوتا تھا، آپ رفیق القلب اور حساس انسان تھے وعدہ کے سچے تھے اور بات کے صاف تھے، لیکن اس میں سختی نہ ہوتی تھی، سنت کی اتباع سختی سے کرتے تھے بدعت سے سخت نفرت تھی، مہمانوں کا اکرام حد درجہ فرماتے تھے، ہر معاملہ میں نظام اور ترتیب کے قائل تھے، اوقات کی پابندی کرنے تھے سیاست سے دور رہتے تھے“

چونکہ

مولانا علمی و روحانی درجہات سے مالا مال تھے لہذا آپ کے ہاتھوں ہزاروں لوگوں کی اصلاح ہوئی اور ہزار ہا کی تعداد میں لوگوں نے علم حاصل کیا، (۱)

وفات

جب آپ ساتویں بار ۱۳۲۲ ہجری میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں دو سال قیام کیا، آپ (رحمہ اللہ) کی طبیعت البوداد کی شرح بذل المجہود، کی تکمیل کے بعد ہی علیل سی ہو گئی۔ پہلے نزلہ پھر بخار آگیا اور اتنا بڑا آیا کہ حرم شریف تک آنا مشکل ہو گیا، ضعف و نفاہت اتنی بڑھی کہ نمازیں تک مکان پر پڑھنی پڑیں، لہ

اسی اثناء ۲۷ رمضان المبارک کو حضرت مولانا پر فالج کا اثر ہوا تو آپ کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا یہ اثر عید کے بعد ختم ہو گیا تھا مگر اپنے پیچھے ضعف و اضمحلال کو چھوڑ گیا۔ یہاں تک کہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ کے پہلے ہفتہ میں مرض نے دوسری شکل اختیار کر لی آپ کے سینہ میں درد اٹھا مالش کی گئی درد تقریباً دور ہو گیا، آپ پھر اپنے علمی کاموں میں مشغول ہو گئے

اسی دوران پھر سینہ کے اوپر کے حصہ میں درد کچھ درجہ کم ہوا، درد مالش پر افاقہ ہوا لیکن پھر صورتحال اور بگڑ گئی بدنی حرارت کم ہو گئی ٹھنڈک بڑھنے لگی پسینہ چھوٹنے لگا، صحت جواب دینے لگی، حتیٰ کہ

اُس دن نماز مغرب پلنگ پر بیٹھ کر پڑھی، عشاء کی نماز پلنگ پر پڑھے
 کے بعد ضعف و لغابت اور بے چینی میں مزید اضافہ ہو گیا۔
 دو شنبہ سے شروع ہوا مرض سسنبہ کے ظہر میں وضو کرنے
 کی بھی طاقت نہ رہی۔ اس لئے شہم کر کے نماز ادا کی۔ عصر کے وقت
 ہوش و حواس میں اختلال شروع ہو گیا۔

رات آئی تو مسلسل بے ہوشی کی وجہ سے اہل نعلین کو یہ
 یقین سا ہو چلا کہ حضرت مولانا ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ ہر
 ایک دعا گو تھا کہ اللہ رب العزت یہ بابرکت سا بہ نادر قائم رکھے
 بالآخر پورے چوبیس گھنٹہ عالم بے ہوشی میں گزرے۔ اور
 اب وہ وقت موعود آ ہی گیا چہار شنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو
 بعد عصر آواز بلند اللہ اللہ کہتے کہتے مالکِ حق تعالیٰ سے جا ملے، اور آستانہ
 نبوی کے قریب باب جبریل کے باہر مدرسہ شرعیہ کے صدر مدرس مولانا
 شیخ طیب نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے^(۱)
 رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ



تصانيف و تاليفات

• البراهين الفاطمية على ظلام الأنوار الساطعة .

• هدايات الرشيد الى افحام العنيد

• مطرقة الكرامة على مرآة الامامة

• بذل المجهود في شرح لابي داود السنن

• المغتنم في زكوة النعم

• تنشيط الأذان في تحقيق محل الأذان

• ترجمة الفاموس

• المهند

X

تصنیفاتؒ ثالیفاتؒ

◊ براہین قاطعہ ◊ ہدایات الرشید
◊ تنشيط الاذان ◊ المطرقة الکرامۃ
◊ المہند ◊ المغتتم فی زکوٰۃ النعم
◊ بزل المجہود

ایک سلیم المزاج شخص اپنے ذوق سلیم کی بنا پر ملاحیت و شہرہ کی
مزدہ جاتا ہے اس کے باوجود مختلف ذائقہ میں سے کسی خاص ذائقہ کی
طرف رغبت خاص ہوتی ہے۔

بایں طور منجملہ عالم ہر علم سے واقف ہوتا ہے کسی کتاب کی توضیح
و تشریح کرنے ہوئے لگتا ہے کہ وہ اس کا موجد یا امام ہے۔ مگر بایں ہمہ
جملہ علوم میں سے کسی میں دلچسپی، ذوق، اور مناسبت زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت خلیل احمد سیار پوری کو بھی تفسیر، فقہ، حدیث، اصول، معانی
و کلام منطوق و فلسفہ، ہیئت، ادب، ریاضی، عروض، نحو و صرف میں ژرنگاہی
حاصل تھی تاہم احقاقِ حق، ابطالِ باطل، تردیدِ بدعات، تائیدِ سنتِ رسول
و خلفاء راشدین، اور علومِ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص شغف اور
طغرہ امتیاز اور ملکہ عظیم حاصل تھا، جیسا کہ آپ کی تصانیف اس کی شاہد ہیں۔

عظیم تصانیف کا قدرے تعارف پیش ہے

فی الحقیقۃ کتاب کا نفس مطلب میرے اور میرے بزرگوں —————

کے مذہب و مشرب کے موافق ہے ۔

لیکن مصنف انوار ساطعہ کے طرز اسذلال اور طرفہ تحریر پر تنقید فرماتے ہوئے حکم دیا کہ ان الفاظ اور عبارتوں کو نکال دیا جائے ، جو ملال کا باعث ہیں آپ لکھتے ہیں ۔

۔ لازم ہے کہ اپنی کتاب انوار ساطعہ سے وہ کلام جس میں فلم کی تیزی

اور نفس کی زیادتی شامل ہوگئی ہے ۔ یہ طرز تحریر اصحاب تحفین اور ادب

مذہب کے شاہانِ شان نہیں اور اپنے برادرانِ طریقت کے نام اور عباد

اور دوسرے نام جو نفسانیت کے تحت آگئے ہیں نکال دیئے جائیں ۔

حاجی صاحب کا یہ مکتوب ۲۲ سوال ۱۳۰۲ھ کا ہے جبکہ انوار ساطعہ دور دور

پہنچ چکی تھی ۔ آخر کار حضرت گنگوہی کے اہماء پر مولانا خلیل احمد سہارنپوری

نے فلم اٹھایا اور انوار ساطعہ کا تفصیلی جائزہ لیا اور کتاب و سنت کی روشنی

میں ان مسائل کی وضاحت کی ،

۱۳۰۲ھ میں ۔ البراہمنۃ العاطفۃ علیٰ فلام الانوار الساطعۃ ، کے نام سے ایک کتاب

لکھی ، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں بڑی

دلچسپی لی اور اس کا پہلا ایڈیشن اس طور پر طبع ہوا کہ اوپر انوار ساطعہ

کی عبارت اور نیچے اس کا جواب تھا ۔ حضرت مولانا نے ان تمام غلط

فہمیوں کا ازالہ کیا جو انوار ساطعہ نے پھیلائیں ، یہ بات ضرور ہے کہ مولانا

رحمہ اللہ کے فلم میں اکثر جگہ تیزی و شوخی آئی اور آپ نے الزامی جواب

بھی دے، براہین فاطعہ نے پورے ہندوستان میں وہ کام کیا جو مولانا اسماعیل شہید رحمہ کی "نفوذ الایمان" نے کیا تھا، اہل بدعت کے حلقوں میں اس نے بیرونشتر کا کام کیا۔

اس کتاب کے متعلق مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں :

کتاب براہین فاطعہ حضرت مولانا مرحوم کی اہل بدعت کے لئے جس قدر

سبب فاطع اور دلوں کو زخمی کرنے والی ہے اس کو ان مخالفوں کا کیلج ہی جانتا ہے۔^(۱)

اس کی وجہ سے کئی جگہ مناظرے ہوئے بریلی سے بھادلوپور تک جہاں آپ کی

آمد ہوئی ہر جگہ اس کا چرچا اور مخالف میں ہنگامہ رہا مولانا عبد السمیع بیدل

کو جواب پر آمادہ کیا گیا، "دونوں حلقوں میں مغبر و مستند مولانا رحمت اللہ

بکرائوی (بیدل کے اسناد) نے لکھا کہ وہ جواب الجواب کی فکر نہ کریں،

اور اس ہنگامہ کو ہوا نہ دیں اور آپس کی خلیج کو وسیع نہ کریں

بیدل صاحب نے جواب الجواب پر نواصر اراد کیا لیکن اس سارے

طرز استدلال اور سخت ترین کلمات کو نکالنے پر تیار ہو گئے اور ۱۳۰۶ھ

میں، انوار ساطعہ، کو نظر ثانی کر کے پھر شائع کیا۔ اور جاہجا براہین فاطعہ

کی عبارتوں کا جواب دیا، لیکن اس مرتبہ وہ جارحانہ انداز نہیں تھا جو پہلے

ایڈیشن میں اختیار کیا تھا لیکن اس ایڈیشن میں علماء حرمین اور

اپنے منہاج و اساتذہ اور علماء ہند کے حوالے اور تقریظات شامل کیں،

براہین فاطعہ کی تکمیل پر حضرت گنگوہی رحمہ کی تقریظ اور مولوی محمد

حسین فقیر کے اشعار ہیں۔ معاً مولوی نذیر احمد خان مدرس مدرسہ احمد آباد کجرات

کا براہین قاطعہ کے متعلق استفسار پر حاجی امدا اللہؒ کا تفصیلی جواب مع مولانا خلیل احمد کے خیالات کی توجیہ و تائید کے (ملاحظہ ہو تفصیل کے لئے براہین قاطعہ کا آخر حصہ) حضرت ٹنگوی رحمہ اللہ کی تقریظ ملاحظہ ہو !

حامداً ومصلياً ! اما بعد اس احقر الناس خادم الطلبة بنده رشید احمد ٹنگوی عفی عنہ

نے اس کتاب مستطاب، براہین قاطعہ، کو اول سے آخر تک بغور دیکھا، الحق

کہ بندہ کے نزدیک یہ رد اور جواب کافی اور الزام و حجت دانی ہے اور فی الواقع

براہین قاطعہ اپنے مصنف کی وسعت نور علم دینیہ، فصاحت، ذکا و فہم و حسن

تفسیر و بہا تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کے باطن البیان فاضح ہے

لہذا یہ احقر الناس اس کتاب کو ملفف بالذلائل الواضح علی کراہۃ المروج

من المولود والفاخر، کرتا ہے۔ حق تعالیٰ اس مؤلف کے علم و فہم میں برکت

اور اس کے خیرات و مشیرات میں عموماً اور اس مایلہ نفس میں خصوصاً

کرامت قبولیت عطا فرماوے۔ اور اس کو موجب ندامت و توبہ اہل

بدعت و سبب استقامت و تثبت متبعین سنت کا بنا کر مقبول مقبولین

و معمول عاملین فرمادے آمین و ما ذلک علی اللہ بعزیز و اللہ

تعالیٰ ولی التوفیق و صلی اللہ تعالیٰ علی سید الکائنات و آلہ وصحبہ

اہل الداعیات عدد ما یحب و یرضی و لا حول و لا قوۃ الا باللہ

فقط رشید احمد

مولوی محمد حسین فقیر کے اشعار حسب ذیل ہیں !

چوں اختطاف برق براہین حق رسید ۵ شد باغیت ذباب بالوزار ساطعہ

ناریخ اوست بے سر طغیان و گشتگو ۵ بدعات قطع کرد براہین قاطعہ

ج، ۱۳۰۲



(۱) مکاتیب رشیدہ بحوالہ الفرقان ۱۹۶۶ء

ہدایات الرشید الی انحام العنید

صفحات ۸۸۸ تصنیف ۱۳۰۶ھ اثنائے قیام بھاولپور

حضرت مولانا ۱۳۹۵ھ میں بھاولپور تشریف لے گئے اور پورے دس سال قیام فرمایا۔ اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ اس مدت میں شیعوں کے ایک عالم اور صاحب قلم مجتہد سید فرزند حسین صاحب نے ایک مختصر سا کتابچہ تحریر کیا۔ جس میں خلفاء ثلاثہ اور صحابہ کرام پر حسب عادت طعن و تشنیع سے کام لیا۔ اور مسئلہ خلافت پر بحث کی اور اس کتاب کو مشہور کیا نیز علماء اہل سنت کے پاس اس خیال سے بھیجا کہ وہ اس کا جواب دیں۔ عمومی طور پر علماء سنت اس بحث پر ایسی دستگاہ نہیں رکھتے تھے اور نہ مذہب شیعہ کی کتابوں کا ایسا گہرا مطالعہ کیا تھا کہ وہ مسکت جواب دے سکیں۔ اس چند ورقہ کا جواب بعض علماء کی طرف سے دیا گیا۔ اس جواب کا جواب سید فرزند حسین صاحب نے اور زیادہ مفصل اور مدلل دیا۔ وہ جواب الجواب حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس وقت تک حضرت مولانا نے شیعہ کتب کا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا تھا۔

آپ ۱۳۰۲ھ میں رمضان گزارنے بھاولپور سے سہارنپور تشریف لارہے تھے کہ راستہ میں بعض ذمہ دار حضرات نے وہ جواب حاضر کیا اور اس ابھرتے ہوئے فتنہ کے جواب پر زور دیا، جواب پڑھ کر اولاً ان لا حاصل

مباحث سے پُر کتابچہ کا جواب نہ لکھنے پر بعدِ غرتِ ایمانی کے متقاضی جواب لکھنے پر آمادہ ہو گئے، اس وقت آپکی عمر ۳۳ سال یعنی کم عمری کا دور تھا حضرت گنگوہی کو جواب دکھلانے پر جوابِ الجواب لکھنے کا حکم دیا چنانچہ حسبِ فرمانِ شیعہ کتب کے مطالعے بعد لکھنا شروع کیا اور نہایت تندی سے سات ماہ میں مکمل فرمایا۔ اور اس کتاب کا نام "ہدایۃ الرشید الی افحام العنید" رکھا۔ (۱)

ابتداءً کتاب میں وجہ تصنیف اور معذرت نامہ شامل ہے ان عبارتوں کے سلسلہ میں جو شیعہ کتب سے خلفاء ثلاثہ اور صحابہ کرام کی تنفیض میں مثلاً پیش کی گئی ہیں کہ "نقل کفر کفر نہ باد" بعد ازاں اپنے عقیدہ کا اظہار، شیعیت و خارجیت کی افراط و تفریط پر تنقید اور صحابہ کرام و اہل بیت سے یکساں محبت و عقیدت کو جزءِ ایمان بتلایا ہے۔

۱۲، جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی جس پر بعض علماء عصر کی تقریظات شامل کتاب تھیں۔ اس کتاب کے ردِ شیعیت میں جو کام کیا وہ کم کسی کتاب نے کیا ہے چنانچہ مولانا عاشق الہی لکھتے ہیں۔

یہ بے نظیر کتاب اس بحث میں حضرت کی بہترین یادگار ہے اور اس کی چٹکیاں پسنے والی، دلچسپ عبارت آپکی نوجوان طبیعت کا مجسمہ

ہے جو اس وقت نابالغ ہے، (۲)

(۱) ہدایت رشید ص ۶-۷
(۲) تذکرۃ الخلیل

حضرت مولانا نے جب یہ کتاب مکمل کی تو بطور شکر و امتنان کے اس عبارت پر کتاب پوری کی ۔

اللّٰهُمَّ لَا أُحْيِي ثَنَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِيكَ ۔

اور یہ سب حضرت مخدوم دامت برکاتہم کی برکاتِ دعوات اور توجہات کا تحصیل

ہے ورنہ ۵

کہاں ہیں اور کہاں پہنچتے گل ۵ نسیم صبح نبری مہربانی

اسی زمانہ میں کھاولپور میں ایک شیخ طریقت مولانا غلام فرید صاحب چشتی تھے جنہوں نے مولانا رحمہ اللہ کی کتاب تقریظ لکھی ۵

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کامل مولوی خلیل احمد صاحب نے رد فرز

ضالہ مضلہ شعبہ رافضیہ میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے

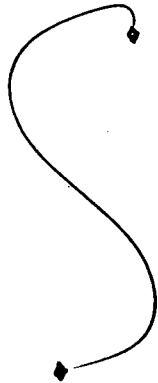
مملو ہے اور مطابق ملتِ قدسہ اہل سنت و جماعت کے ہے میں بعد مطالعہ

اس کتاب کے تصدیق کرنا ہوں کہ جو جو مولوی صاحب نے لکھا ہے فی الاصل

صحیح اور درست ہے ۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْ مَنْ اَتْبَعَ الْهُدًی

علاوہ ازیں اور بھی تقریظات نظم و نثر میں اور قطعہ ہائے ناربغ تکمیل میں

جو زینتِ کتاب ہیں ۔ ۵



مطرقۃ الکرامۃ علیٰ مرآۃ الامامۃ

حضرت مولانا ۱۳۰۶ھ سے ۱۳۰۸ھ دو سال تک بریلی میں مدرسہ مصباح العلوم میں پڑھایا۔ انہیں قبل قیام بھاولپور کے دوران دو کتابیں ۵ شرک و بدعت کے خلاف "البراہین القاطعہ" ۵ ردّ دفع و شیعیت میں "ہدایات الرشید" تصنیف کر چکے تھے،

بریلی دوران قیام "مطرقۃ الکرامۃ علیٰ مرآۃ الامامۃ" لکھنی شروع کی اس کتاب کی پہلی جلد ۱۲۳ صفحات پر مشتمل طبع ہوئی دوسری جلد مکمل نہ ہو سکی؛ وجہ تالیف مولانا عاشق الہی کی زبان ملاحظہ ہو:

حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھے ہوئے سے ایک شعبہ کا اختلافی مسائل پر گفتگو ہونے پر عدم جواب کی صورت میں بریلی کے نامی علماء کے پاس تلاش جواب میں آئے۔

بقول حافظ سردار احمد بریلوی مولوی احمد رضا خاں نے کہا کہ جواب ممکن ہے مگر ایک ہزار روپے ہونا چاہئے۔ تاکہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی۔ حضرت مولانا سے اختلاف عقائد کے سبب مناسبت نہ ہونے کے باوجود بادل خواستہ مصباح العلوم آئے اور مسائل مسئلہ کا تذکرہ کیا۔ حضرت نے جواب فوراً لکھ دئے اور یہ فرما کر کہ اس بحث ہی کا انشاء اللہ خاتمہ کر دوں گا "مطرقۃ الکرامۃ" کی تالیف شروع کر دی۔ شائع شدہ جلد اول کے بعد دوسری جلد کی تالیف شروع کی مگر نامکمل رہی حضرت اس انتظار میں رہے کہ شعبہ علماء کی

کی طرف سے جواب آئے جالبس برس گزار کر دارفانی سے کوچ کیا مگر اس کا برائے نام بھی جواب نہ آیا۔ حافظ امیر اللہ اعتراف کرتے رہے کہ

حضرت اپنے وقت کے علامہ ہیں (۱)



اثمام النعم

حضرت مولانا ۱۳۱۳ھ میں دارالعلوم دہلویہ میں مدرس دم فھے اسی سال حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کے حکم پر، النہج الاتم فی نبویہ الحکم، کا ترجمہ فرمایا تھا مگر اس ترجمہ کا کوئی نام نہیں رکھا، اور حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کو طبع کرانے کے لئے دیدیا تھا۔ حضرت تھانوی نے حاجی صاحبؒ کے حکم پر سب سے پہلے اس کو طبع کرایا اور اس کا نام، اتمام النعم، رکھا بقول حضرت مولانا، سنائیسویں رمضان ۱۳۱۳ھ کو بعد نماز جمعہ محلہ خانقاہ قصبہ دہلویہ ضلع سہارنپور میں یہ ترجمہ تمام ہوا، والحمد للہ رب العلمین، وصلى اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین،

حضرت تھانویؒ کی تحریر کردہ تقریظ سے چند عبارتیں درج ہیں۔

الحمد للہ واهب النعم ورب الفضل والکرم والصلوة علی

رسولہ محمد الذی اوفی جوامع الکلم وعلی آلہ واصحابہ

بنیابیع الحکم، سبحان اللہ مقبولان الہی کی بھی کیا شفقت

و دل سوزی ہے کہ شب و روز بندگان خدا کے فیض رسائی و نفع بخشی

کا خیال رہتا ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحب کی ذات اسی کی مصداق
 اور کشتہ خیر ائمۃ الہم الآئینہ کی عملی تفسیر کہ آپ کی ذات بابرکات
 سے مفید مفید کتنا ہیں نصف ہوئیں ترجمے ہوئے اشاعت ہوئی،
 روحانی تربیت اور ایمان معرفت سے متعلق مضامین کی ترتیب و ترتیب
 شیخ علی نقی رح نے نہایت بخوبی کی، جو النہج الاثم فی تبویب الحکم
 کے نام سے مشہور ہے چنانچہ حاجی صاحب نے عام نفع رسائی کے لئے
 جامع الفضل والکمال عزیز النظر والمثال جناب مولانا خلیل احمد صاحب
 مدرس سابق مدرسہ اسلامیہ دہلی بند و مدرس حال مدرسہ اسلامیہ سہارنپور
 کو ترجمہ کے لئے حکم دیا، (۱)

مولانا نے نہایت سلیس و مطلب خیز عبارت میں ترجمہ فرمایا اس احقر کو طبع
 کرانے کیلئے غائب ہوا جناب مولانا المرحوم نے اس ترجمہ کا نام تک
 نہیں رکھا بھلا اپنا نام ظاہر کرنا تو کہاں، اس لئے احقر نے اتمام النعم
 ترجمہ تبویب الحکم اس کا نام رکھ دیا۔

بعد اشاعت ترجمہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے حکم پر ان کے خلیفہ محجاز مولانا
 عبداللہ گنگوہی نے اس کی شرح کی ہے، جس کا نام اکمال الشیم ہے۔ اس کتاب
 میں تصوف و سلوک سے متعلق ثوب، اخلاص، حکیم نماز، خلوت، ذکر اللہ، فکر
 زہد فقر و فاقہ، ریاضت نفس، امید و بیم، آداب دعا، صبر شکر، صحبت و ہم نشینی
 طمع، تواضع، استدراج، اوراد و وظائف، قلبی واردات، قبض و بسط، مراتب
 انوار، احوال عارفین، وعظ و نصیحت کے شرائط و آداب، جسے مضامین ہیں ۵۵۵

بذل المجہود شرح ابی داؤد

حضرت مولانا کاسب سے بڑا علمی کارنامہ بذل المجہود شرح ابی داؤد کی تصنیف ہے۔ جو پہلے پانچ جلدوں میں چھپی تھی، اب نئے سرے سے کام ہوا اور وہ عربی ٹائپ طبع میں جلدوں میں مکمل ہوئی۔

کتاب کے شروع میں مولانا رحمہ اللہ کا پیش لفظ، مولانا حسین مدنی کے قلم سے مصنف کے حالات زندگی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کا ایک بسیط مقدمہ ہے۔ جس میں وجہ تالیف اس کے محرکات، حضرت مولانا کا ذوق و شوق اور اس شرح کی خصوصیات و امتیازات کا تذکرہ ہے۔

اس شرح کا خیال حضرت مولانا کو ابتداء شباب سے ہی تھا، اللہ نے ان کی مشہور دعا اور آرزو پوری کی کہ ابوداؤد کی شرح مکمل ہوئی اور مدینہ پاک میں وفات پائی۔

خیال تھا کہ اس کا نام "حل المعفود الملقب بالتعلیق المجہود علی سنن ابی داؤد" رکھا جائے۔ کئی بار ارادہ کے باوجود شہری بار جب آپ ۱۳۱۱ھ میں دارالعلوم میں مدرس دم تھے اس شرح کی ابتدا فرمائی اور اس شرح پر حل المعفود "مرۃ ثانیۃ" تحریر ہے۔ لیکن منزع علمی مشغولیتوں، اسباب و اسفار کی کثرت نے تکمیل کہا بہ سلسلہ جاری رکھنے کا موقع نہ دیا۔ بالآخر ۱۳۳۵ھ بم ۱۰ ربیع الاول کو جب آپ مظاہر علوم کے دارالحدیث سے درس بخاری دیکر واپس آرہے تھے تو ساتھ چل رہے اپنے

دو ہونہار شاگردوں مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی اور مولوی محمد حسن صاحب سہارنپوری سے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ ابوداؤد پر کچھ لکھوں کئی دفعہ شروع کر چکا مگر پورا نہیں ہوا اب یہ خیال ہے کہ اگر تم دونوں اعانت کرو تو شاید پوری ہو جائے " (۱)

جواباً مولانا زکریا صاحب نے فرمایا کہ حضرت یہ میری دعا کی قبولیت کا ثمرہ ہے۔ استغفار پر زکریا رحمہ اللہ نے کہا کہ

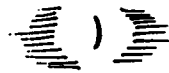
" والد صاحب نے جب مجھے مشکوٰۃ شریف شروع فرمائی تو بڑے اہتمام سے غسل فرما کر دو رکعت نفل پڑھ کر شروع کرائی اور بسم اللہ پڑھانے کے بعد دہر تک قبلہ رو طویل دعا مانگی تھی..... میں نے اس وقت دہر تک یہ دعا کی تھی کہ بارالہا کہ اب مجھ سے حدیث شریف کا مشغلہ نہ ہو..... سو اس سے بہتر کہا کہ حضرت ابوداؤد کی شرح شروع فرمادیں اور میں کتابوں کی تلاش اور شیع احوال و معالی میں لگا رہوں ، (۲)

اپنے شاگرد رشید کی دعا و تمنا سن کر اظہار خوشی کرتے ہوئے بلا تاخیر کتابوں کی فہرست حوالہ کردی، حسب ارشاد ۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو کتابیں نکالی گئیں اور دوسرے یا تیسرے دن اس مبارک شرح کی ابتداء ہوئی؛ حضرت مولانا کا یہ دور ضعیفی تھا عمر کی چوسٹھویں منزل تھی، ہاتھوں میں رعشہ تھا اور اعصاب مضطرب، دونوں شاگردوں نے آپ کی اعانت کی خصوصاً مولانا زکریا رحمہ اللہ نے، پورے نو سال کے بعد ۱۳۴۲ھ میں حضرت مولانا

طویل قیام کے ارادہ سے اپنے شاگرد رشید مولانا زکریا صاحب کے ہمراہ حجاز شریف لے گئے۔ حجاز کے دوران قیام انتقال سے دو ماہ قبل ۲۳ شعبان ۱۳۲۵ھ میں دس سال پانچ مہینے دس دن کی طویل مدت میں شرح کا اختتام فرمایا۔ شرح کی تکمیل پر علماء مدینہ اور احباب و حاضرین کی دعوت کا خصوصی طور پر انتظام فرمایا اور اس کے لئے عربی میں دعوت نامے جاری کئے۔ حضرت مولانا نے بذل المجہود کی ترتیب ثالث و نصف میں بڑا اہتمام فرمایا تھا ہندوستان کے قیام کے دوران بھی اور مدینہ منورہ میں قیام کے اثناء بھی اپنی قوت و صلاحیت کو اس عظیم کام میں لگا دیا تھا بقول حضرت مولانا عاشق الہی ۱۳۳۵ھ یعنی ابتداء میں اس کی ثالث کیلئے صرف ایک گھنٹہ روزانہ تھا۔ مگر شد میں صبح کا تمام وقت اس کی نذر ہو گیا اور شام کے وقت حضرت کے پاس صرف ایک ہی سہن رہا۔ مگر آستانہ محمدیہ (زاد اللہ شرفاً و کرامتاً) پر پہنچ کر تو اس کے سوا آپ کو کوئی کام ہی نہ تھا، ادھر جگہ کی برکت اور طبیعت کا انس و گاوڑ جدا لہذا طبیعت خوب چلی اور دو مہینے میں کتاب سوا سو صفحات کی شرح قلم سے نکلی، ساتھ ہی ساتھ حضرت نے اس کو طبع کرانا شروع کر دیا (۱)۔

مختصراً مولانا ابوالحسن علی ندوی کے لبط مقدمہ سے ماخوذ ہیں

شرح کے خصوصیات و امتیازات ذیل کی سطروں میں پیش ہے؛



مؤلف نے امام البوداؤد مؤلف کتاب کے اقوال اور راویوں پر کلام اور حدیث سے

متعلق توضیحی نوٹس کو بڑی اہمیت دی ہے، اور اس پر خصوصی توجہ کی ہے؛

۲۲

مؤلف نے سنن کے رائج نسخوں کے تقابل کے بعد ان کی تصحیح کی کوشش کی ہے؛ مثلاً باب افتتاح الصلوٰۃ میں ابو حمید ساعدی کی حدیث کے سلسلہ میں اس کا مشابہہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۳

مؤلف نے تعلیقات سنن کی تخریج کا بڑا اسہتمام کیا ہے۔ اور دوسری کتابوں میں اس کی تلاش و جستجو کر کے صحیح مخرج ذکر کرنے میں بڑی محنت صرف کی ہے اور اگر کہیں پوری کوشش کے بعد بھی اس کی سند دریافت نہ ہو سکی تو بغیر کسی تردد کے صاف اظہار کر دیا ہے

۲۴

مؤلف نے روایات کو ترجمہ (عنوان باب) کے ساتھ تطبیق دینے میں اپنی دقتِ فہم نکتہ دہی اور باریک بینی کا بڑا واضح ثبوت پیش کیا ہے۔ جہاں البواب مکرر آئے ہیں وہاں اس تکرار کی حکمت اور افادیت کا ذکر کیا ہے مثلاً باب صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاموال، اور باب سہم الصغی، دیکھ جاسکتے ہیں، ساتھ ہی کتاب الخراج والفی والا مارة بھی

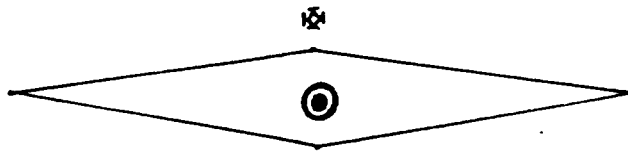
۲۵

جہاں پر شارحین نے کسی حدیث یا متعلقات حدیث کے سلسلہ میں کوئی اختلاف کیا ہے وہاں انہوں نے اپنا رجحان جس پر ان کا دل منشرح ہو اور جوابات خدا تعالیٰ نے انہیں سمجھائی ہے کم و کاست ذکر کر دی ہے اور اختلاف کو اس طرح حل کیا ہے کہ دل کو اطمینان کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور گتھی سلجھ جاتی ہے۔

گلاوہ ازیں یہ شرح شرح حدیث سے اشتغال رکھنے والے اور فن حدیث کے ماہرین و اسانذہ اور ان کبار شادین حدیث کے طرز پر لکھی گئی ہے جن کی شروح حدیث کو مقبول عام حاصل ہوئی، یہ کتاب اسماء رجال اور اصول حدیث کے اہم مباحث پر مشتمل ہے، ہر بات مدلل کی گئی ہے، بسا اوقات صرف فن حدیث اور اس کے متعلقات پر کلام کرتے ہیں •

• مؤلف نے مولانا یحییٰ کاندھلوی کے نوٹ کردہ اپنے شیخ محدث جلیل مولانا رشید احمد گنگوہی کے افادات و تحقیقات سے فائدہ اٹھایا ہے •
• آپ حتی الامکان راوی کی طرف خطا کی نسبت کرنے سے احتراز کرتے ہیں • یہ شرح بڑے لطیف استنباطات پر مشتمل ہے جو پوری کتاب میں جا بجا منتشر ہے •

• مسائل القسامہ ، احادیث الفتن والملاحم وغیرہ کتاب کے اہم مقامات اور قابل تعریف مباحث ہیں جن میں مؤلف کی کاوش و کوشش، غور و خوض اور دقت نظر جلوہ گر ہوئی ہے • مؤلف نے ان فتنوں کی تعبیریں کرنے کی کوشش کی ہے جن کا احادیث میں اشارہ ذکر آیا ہے • راجح حدیث کو معلوم کرنے اور اس کو ترجیح دینے میں بڑی محنت صرف کی ہے • اور بعض فتنوں کی تعبیریں میں پورے غور و خوض اور احاطہ کے بعد اپنے اجتہاد سے کام لیا ہے مثال کے طور پر حضرت البوقعائہ کے کلام کی شرح دیکھی جاسکتی ہے!



المغتثم فی زکوۃ النعم

حضرت مولانا نے اپنی پوری مدت حیات میں بے شمار مسائل کے جوابات دیئے اور بے حساب استفتاء پر فتویٰ دیئے جو کئی ضخیم جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ انہیں مسائل میں سے ایک مسئلہ بھڑک زکوۃ کا تھا جو سندھ میں باعث اختلاف بنا ہوا تھا، سندھ کے مشہور عالم مولانا سید شہر محمد کھوٹکی ضلع سکھر نے یہ سوال مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس سوال پر علمائے سندھ کی کچھ تحریرات و آراء بھی درج تھیں، حضرت مولانا نے اس سوال کا تشفی بخش جواب دیا۔ اس جواب سے علماء سندھ کا اختلاف ختم ہو گیا، اور سب لوگ آپ کے محاکمہ کو تسلیم کرنے پر بخوشی و رغبت راضی ہو گئے، وہ جواب ”المغتثم فی زکوۃ النعم“ کے نام سے شائع ہوا،

تنشيط الاذان فی تحقيق محل الاذان

علماء دیوبند و بریلی کے درمیان اور مسائل کی طرح جمعہ کی اذان ثانی کے موقع و محل کے بارے میں بھی اختلاف رہا۔ مسلک بریلی کے مطابق جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے باہر ہونی چاہئے، اب سے پچاس سال پہلے یہ مسئلہ اٹھا، حضرت مولانا اور ان کے مشائخ کے نزدیک اذان ثانی ممبر کے قریب ہونی چاہئے اور یہی مسنون ہے جب فریق مخالف کی طرف سے اختلاف شدید

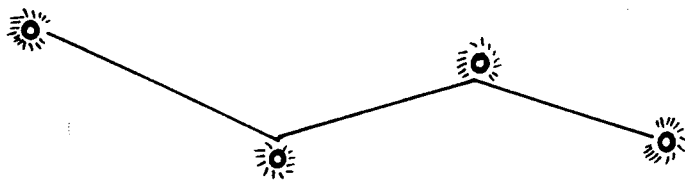
ہوا تو آپ نے "نشیط الاذان" کے نام سے ایک مختصر سی کتاب جو ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے تحریر فرمائی ،

اس کتاب میں آپ نے آیاتِ قرآنہ ، احادیثِ نبویہ ، اور روایاتِ فقہیہ ، نیز اجماع اور تعاملِ سلف سے ثابت کیا کہ مسجد کے اندر ہی جمعہ کی اذان ثانی کا ہونا صحیح اور افضل ہے ،

ترجمہ القاموس

مسوری کے ایک عالم نے حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا کہ کسی ایسے صاحبِ علم کو یہاں کے لئے منتخب فرمائیں جن کو علومِ دینیہ کے ساتھ علمِ ادب سے بھی بخوبی لگاؤ ہو ، اور قاموس کا ترجمہ بحسن و جہدہ کر سکے ،

چنانچہ آپ نے حضرت مولانا کو مسوری جانے کا حکم دیا^(۱)؛ دورانِ قیام ترجمہ کرنے رہے تاہم یہ پتہ نہ چل سکا کہ مکمل ہوا یا نہیں ، آخر کار نئی جگہ اور بنیامحول ہونے ، علمی فضا نہ ہونے ، اپنوں سے جدائی کی وجہ سے مسوری سے واپس آنا پڑا اسی دہار میں کہ جبکی درودلوار سے آپ کی آنکھیں لگی تھیں ؛



ہمارے عصر علماء و مشائخ کی رائیں

کسی بھی شخص کے فضل و کمال اور علمی حیثیت جاننے کیلئے اس دور کے علماء و مشائخ اور اصابت رائے رکھنے والے حضرات کا اس کے متعلق خیال اور رائے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ مولانا کے بچپن سے لے کر وفات تک ہند اور یورپ ہند میں بڑے بڑے عظیم المرتبت علماء و مشائخ موجود تھے، جیسے مولانا رشید احمد گنٹوی، حاجی امداد اللہ مہاجر ملک، مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری، مولانا اشرف علی تھانوی جیسے وہ حضرات ہیں، جن کی اصابت رائے، جوہر شناسی اور کیمیا شناسی پر کسی کو اختلاف نہیں۔ ان حضرات کی آپکی کی علمی مرتبت اور علو شان کے بارے میں مندرجہ ذیل آراء ہیں :

حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی جو حضرت گنٹوی کے خاص الخاص خدام تلامذہ میں تھے حضرت مولانا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :
میں نے حاجی صاحب کا ایک دالانا مہ مولانا خلیل احمد صاحب کے باطن میں خود دیکھا ہے جس میں آپ کی نسبت تحریر ہے کہ "تم میرے سلسلہ کے فخر ہو تم سے بہت خوشی اور مسترت ہوئی" (۱)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ جو حضرت مولانا سے عمر میں چھوٹے مگر حضرت حاجی امداد اللہ کے مرید اور حضرت گنٹوی سے انتہائی محبت و تعلق رکھتے تھے، آپ رحم کے تواضع انکساری سادگی و اعلیٰ صفات کے بہت فائل و معترف تھے، اسی اعتراف حقیقت کی بنیاد پر آپ کے اوصاف و کمالات پر مشتمل ایک رسالہ "خوانِ خلیل" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنٹوی نے اپنے مکاتب بلند الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔

مولانا صدیق احمد انبھٹوی کو تحریر کرنے ہیں کہ
 "مولانا خلیل احمد کی نسبت لکھا ہے کہ حضور میں اعلیٰ
 درجہ کو پہونچے ہیں (۱)۔"

خود مولانا خلیل احمد کو تحریر فرمانے ہیں کہ

"آپ کے حسن احوال سے دل کو سرور ہوا جس قدر ہو سکے اپنے شغل
 یادداشت میں مشغول رہیں۔ حجاب سپاہ سے ہراساں نہ ہوں جب
 وقت آئے گا یہ حجاب خود بخود معین کار ہوگا نور نفی بن جاوے گا۔"
 دیگر مکتوب کے حوالے سے،

"تم کو اپنا فخر باعث نجات جانتا ہوں، کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں

سے مربوط ہوں" (۲)

(۱) مکاتب رشیدہ ص ۳۶
 (۲) ایضاً ص ۲

مولانا سید عبدالحی مصنف نزهة الخواطر حضرت مولانا کے صفات و کمالات کا ذکر ان الفاظِ حقیقتِ سنج میں کیا ہے۔

كان الشيخ خليل احمد له الملكة العربية والمشاهدة الجيدة
في الفقه والحديث والتبذ الطولي في الجدل والخلاف و
الرسوخ التام في علوم الدين والمعرفة واليقين .
بالا علمي خصوصيات وكمالات کے بعد ان کے متعلق یہ الفاظ
استعمال کرتے ہیں ،

وكان رفيق الشعور ، ذكي الحس ، صادق الحق ، صريحاً في الكلام
في غير جفاء شديد الاتباع للسنة ، نفوراً عن البدعة ، كثير الإكرام لل
للضيوف ، عظيم الرفق بأصحابه بحسب الترتيب في كل شيء والمواظبة
على الأوقات ، مُشغلاً بخاصة نفسه وبما ينفع في الدين ، متنبهاً عن
السياسة مع الاهتمام بأمور المسلمين والحمية والغيرة في الدين (۱)

علماء مدینہ کی نظر میں

حضرت مولانا ^{۱۳۲۳}ھ کے حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے ، تو آپ
کے پاس طلباء و علماء کا بڑا ہجوم ہوا ، آپ کے شاگردوں اور حلف بلوٹوں
کا حال یہ تھا کہ علماء اُن سے استفادہ کرنا باعثِ فخر سمجھتے تھے ،

مولانا حسین احمد مدنی پہلے ہی سے مسجد نبوی میں درس دیتے تھے،
 مولانا مدنی نقشِ حیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ
 ۱۳۲۲ء کی ابتدا میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز بعد
 از فراغت حج مدینہ منورہ تشریف لائے اور تقریباً پندرہ روز قیام فرمایا
 چونکہ موصوف پیرے اساتذہ کرام میں تھے اس لئے طلباء مدینہ منورہ
 کا ان کی طرف بڑا ہجوم ہوا۔ اور عموماً علماء مدینہ ان کی زیارت و
 دست بوسی کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ اور بہت بڑے مجمع نے اوائل
 کتب حدیث سنا کر مسجد نبوی کے اندر بڑے حلقہ میں اجازت کتب
 حدیث و علوم لی،

مولانا مدنی آپ کی جلالتِ علمی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

هُوَ الثَّقَةُ الثَّبَتُ الْحُجَّةُ الْحَافِظُ الصَّدُوقُ
 حُجِّي السَّنَةِ النَّسِيَةُ قَامِعُ الْبِدْعَةِ الشَّنِيعَةِ
 تَبَعَتْ مِنْ أَفَادَائِهِ عِيُونُ الْعِلْمِ وَالنَّهْيُ
 وَتَفَجَّرَتْ مِنْ أَفَاضَاتِهِ أَنْهَارُ الْإِحْسَانِ

پھر آپ کی صفات کے ذیل میں رقم طراز ہیں۔

”بُوحَنَفَةَ زَمَانِهِ سِبْطِي غُضْرِهِ وَدَوْرَانِهِ“^۱

مصر کے مشہور عالم علامہ رشید رضا (م ۱۳۵۱ھ) کی ملاقات اپنے

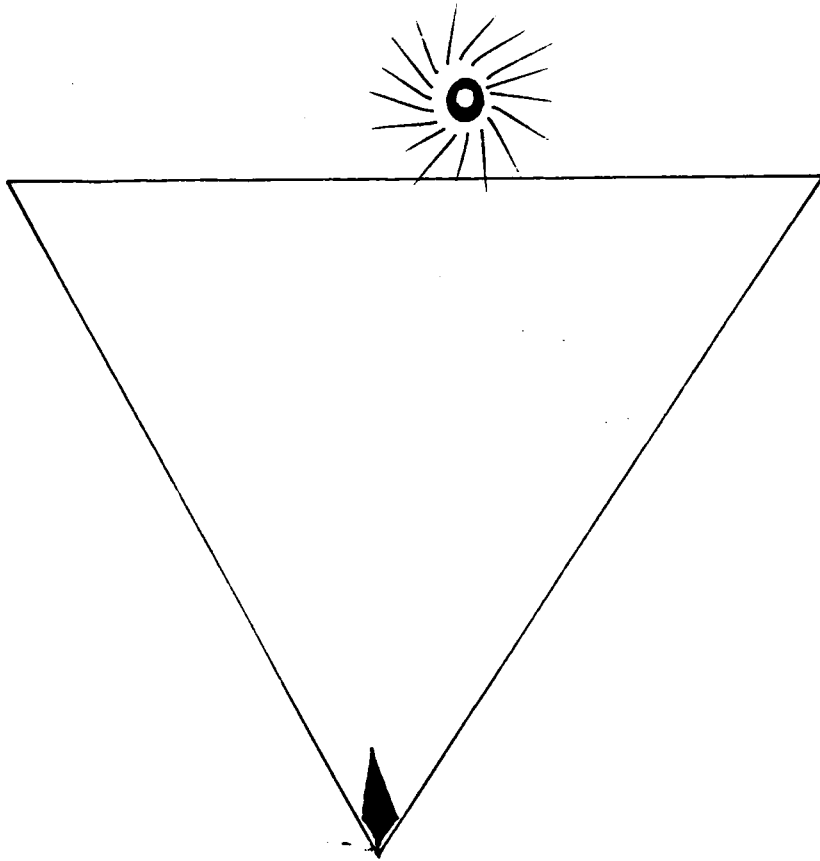
ہندوستان کے سفر کے دوران حضرت مولانا سے مدرسہ مظاہر العلوم

نقشِ حیات جلد اول ص ۱۵۴

کی صدر مدرس کی عہدہ پر فائز کے دوران ہوئی . اپنی ملاقات کا

تاثر انہوں نے ان لفظوں میں پیش کیا ہے .

وَلَمْ أَنْسَ وَلَا أَنْسَى زِيَارَةَ مَدْرَسَةِ مَنَظَاهِرِ عُلُومٍ فِي
مَدِينَةِ سَهَارَنُفُورٍ وَلِقَاءَ نَاطِقِهَا وَكَبِيرِ مُدَرِّسِيهَا (مولوی)
الشیخ خلیل احمد الذی لَمْ أَرِ فِي عِلْمَاءِ الْهِنْدِ الْأَعْلَامُ أَشَدَّ
مِنْهُ انْصِفًا وَلَا أَبْعَدَ عَنِ التَّعَصُّبِ لِلْمَنَاسِكِ وَالنِّقَالِيدِ
وَمَا ذَٰلِكَ إِلَّا لِإِخْلَاصِهِ وَقُوَّةِ دِينِهِ وَلُورِ بَصِيرَتِهِ (۱)



الْبَابُ الرَّابِعُ

مَوْلَانَا فَيْضُ الْحُسَيْنِ

حیات اور علمی کارنامے



مولانا فیض الحسن سہارنپوری

تاریخ کے ہر دور میں ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے مغربی اضلاع سہارنپور، مظفرنگر، میرٹھ اور دہلی بند نے دانشوری کا ادنیٰ معیار قائم رکھا ہے۔ برسوں سے یہاں کی سرزمین نے لاتعداد علماء کو جنم دینے میں کبھو سی سے کام نہیں لیا، جنہوں نے علوم اسلامیہ کی بیش بہا خدمات انجام دی، انہی میں مایہ ناز ہشتیوں میں ”فیض الحسن بن علی بخش بن خدا بخش قریشی حنفی سہارنپوری“ ہیں جو اسیسویں صدی عیسوی میں عربی زبان و ادب کے مسلم الثبوت استاد، شاعر اور ادیب تھے۔

مولوی فیض الحسن کی ۱۸۱۶ء میں سہارنپور کے ایک زمیندار گھرانے میں ولادت ہوئی ان کے والد خلیفہ علی بخش عالم دین اور حافظ قرآن تھے۔ انہی سے مولوی فیض الحسن نے ابتدا سے محضرات تک کی تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے رام پور کا رخت سفر باندھا جہاں
معقولات کے امام علامہ فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ)
سے اکتساب فیض کیا۔ اس وقت علامہ خیر آبادی
کے تبحر علمی کی وجہ سے رام پور علوم اسلامیہ کی ندر پس
کا بڑا مرکز بنا ہوا تھا۔

دورانِ تعلیم ۲۰ سال کی عمر میں ان کی شادی ہو گئی لیکن
حصولِ علم کے جذبہ و شوق کی وجہ سے رام پور سے فارغ
معقولات ہو کر دلی کی راہ لی جو کہ اس وقت مجمع
العلماء والکمال بنا ہوا تھا علماء ادبا اور شعراء کی ایک
جم غفر نفی اپنی میں ایک نامور عالم مفتی صدر الدین
آزردہ (م ۱۸۶۸ھ) کے حلقہٴ درس میں آپ شامل
ہو گئے۔ اور یہیں شاہ احمد سعید مجددی (م ۱۲۷۷ھ)
اور آخون صاحب ولایتی سے بھی استفادہ کیا۔ اور
حدیث کے کچھ اسباق پڑھے۔

دہلی میں ہی حکیم امام الدین خان سے علم طب حاصل کیا۔
اور ادب سے دلچسپی کی وجہ سے حکیم مؤمن خاں مؤمن

{ م ۱۸۵۲ } اسد اللہ خاں غالب { م ۱۸۶۹ } اور ابراہیم
 ذوق { م ۱۸۵۲ } کی محفلوں میں بھی شرکت کرتے تھے اور
 ساتھ ہی مفتی صاحب کا دیوان خانہ علم و ادب کا مرکز ہونے
 کے ساتھ مجلس مذاکرہ و مباحثہ اور محفل شعرو سخن بھی تھا
 جس میں شرکت سے مولوی فیض الحسن کے فکر و نظر میں
 وسعت علمی و فنی اور ملکہ سخن وری و سخن فنی حاصل
 ہوا۔ شعرو سخن میں آپ امام بخش صہبائی { م ۱۸۵۴ } سے

اصلاح و مسثورہ لینے تھے تدریسی خدمات

تحصیل علم کے بعد مولانا نے کچھ دنوں تک دلی ہی تدریسی خدمات
 انجام دی۔ حیات جاوید میں مولانا مرحوم نے لکھا ہے کہ اسی
 زمانہ میں سرسید احمد خاں نے مولوی فیض الحسن سے حریری
 کے چند مقامات اور تعلقات کے چند مضامین پڑھے
 ۱۸۵۷ء میں جب غدر بپا ہوا تو اپنے وطن سیار پور واپس
 آگئے اور طب کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔

۱۸۶۱ء میں مولوی سرسید احمد خاں نے "سائنٹفک سوسائٹی"
 میں ترجمہ کی خدمت کے لئے غازی پور آنے کی دعوت دی،

مولانا نے وہاں بہ کام بخوبی انجام دیا، پھر سرسید احمد خاں وہاں سے تبدیل ہو کر علی گڑھ آ گئے تو مولانا بھی ان کے ساتھ علی گڑھ آئے، اور عربی کتابوں کے ترجمے کرتے رہے۔

۱۸۷۰ء کے اوائل میں ڈاکٹر لائٹنر LIETNER (۱۸۳۲ء - ۱۸۹۹ء) کے اہلاد پر اورینٹل کالج لاہور آ گئے جہاں عربی کے صدر شعبہ کی حیثیت سے سترہ سال تک اس منصب پر فائز رہے اور کالج میں ہدایہ کے علاوہ دیوان حسد، دیوان متنبی اور مقامات حریری کا درس دیتے رہے۔

بقول عبداللہ قریشی کے کہ ان کے دم سے پنجاب میں اردو کا باغ لہلہا رہا تھا۔ ان کی ادبی اور علمی شہرت کو سن کر ملک کے کونے کونے سے استفادہ کی خاطر طلبہ آنے لگے۔ درس و تدریس کے علاوہ یہاں تصنیفی سرگرمیاں بھی رہیں۔ اس کے ساتھ کالج سے شائع ہونے والے ایک تحقیقی مجلہ ”شفاء الصدور“ کی ترتیب و ادارت کا فرض بھی انجام دینے لگے، مولوی فیض الحسن صاحب سادہ مزاج مگر ظریف بذلہ شیخ، حاضر جواب اور باغ و بہار طبیعت کے آدمی تھے۔“

اس زمانے میں کالج میں مشہور ادیب انشاء پرداز، "آبِ حیات" کے مصنف مولوی حسین آزاد بھی تھے جن سے نظریاتی اختلاف کی وجہ سے ہمیشہ جھگڑا جاری رہتی تھی،

آخر ۶ فروری ۱۸۸۷ء میں لاہور میں انتقال فرمایا، ان کی وصیت کے مطابق سہارنپور لے جا کر دفن کیا گیا۔

علم و فضل

مولانا عربی زبان کے فطری ادیب تھے عربی ذوق آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں کہ مرحوم اپنے زمانے کے ابو عبیدہ اور اصمعی تھے، فرزند آباد کی قاموس المہبط کے حافظ تھے، کتاب الاغانی کی روایت انہیں ازبر یاد تھیں، جاہلی عرب کے رسوم و رواج اور ان کے عادات و فضائل پر بھی گہری نظر تھی، مولانا میں قدرت کا سب سے بڑا عطیہ قرآن کریم کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کی شناخت تھی۔ وہ اسی اصول سے با محاورہ ترجمہ

پڑھانے اور سمجھانے تھے ،

لاہور کے اہل علم حضرات کا کہنا ہے کہ جب مولانا رحمہ اللہ
فرآن کریم کی آیت » وَقَبْلَ بَا أَرْضُ ابْلَعِي مَادْكُ وَيَأْسَاءُ
اقْلَعِي وَغِيْضُ الْمَادُ الظَّالِمِينَ « (سورہ ہود) کی
تلاوت فرماتے تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی
تھی ، مصنف نزہۃ الخواطر نے مولانا کی علمی جلالت شان
کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ . وہ اپنے زمانے کے عجیب و غریب
ذہین اور فطین عالم تھے ان کے زمانے میں ان سے زیادہ
نحو ، لغت ، اشعار اور آیام عرب کا جاننے والا کوئی نہ تھا ،
آجے لکھتے ہیں کہ ادبی علوم و فنون کی صدر نشینی آپ پر
ختم ہو گئی ، ع



شیوخ و اساتذہ

- ۱ مفتی صدرالدین آزرده
- ۲ شاہ احمد سعید مجددی
- ۳ آخوت صاحب ولایتی
- ۴ فضل حق خیر آبادی
- ۵ امام بخش صہبائی
- ۶ حکیم امام الدین خان

چند مشہور اساتذہ کا مختصر تذکرہ

مفتی صدرالدین آزرده

مفتی محمد صدرالدین خان صدرالصدر دہلوی آزرده آپ تمام علوم صرف، نحو، منطق، حکمت، ریاضیات، معانی، ادب و انشاء، فقہ، حدیث اور تفسیر وغیرہ میں بد طولی رکھتے تھے، اور درس بھی دیتے تھے، آپ کے آباء و اجداد اہل بیت علم و صلاح سے تھے مگر آپ کی ولادت ۱۲۰۲ھ میں دہلی میں ہوئی، علم نقلیہ فقہ و حدیث وغیرہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے کھانپوں سے حاصل کی۔ اور ان کی سندیں لی، اور فتون عقیلہ کو مولوی امام خیر آبادی والد مولوی فضل حق سے اخذ کیا۔ اس کے علاوہ آخری عمر میں ایک دو سال مرض فالج میں مبتلا رہ کر ایک سالی سال کی عمر میں یوم پنجشنبہ ۲۲ ربیع الاول

۱۶۵۰ء میں فوت ہوئے، مولوی ظہور علی مخاطب بہ شمس الشعراء نے

آپ کی تاریخ وفات حسب ذیل تحریر کی ہے۔ استعارہ

چہ مولانا نے صدر الدین کہ در عصرہ امام اعظم آخر زمان بود ہ

زہے صدر الصدور .. نیک محضر ہ بعدل و داد چوں نوشیرواں بود

بروز پنجشنبہ ... کرد رحلت ہ اپی عالم نہ جائے جاوداں بود

ربیع الاول ولست جبارم ہ وداع او سوئے دار الجنان بود

ظہور افسوس آن اسناد ذلقدر ہ پدر دارم ہمیشہ مہرباں بود

چراغ عشق ست تاریخ ولادت ہ کنوں لگتم چراغ دو جہاں بود

مولانا فقیر محمد جلی کے علاوہ سر سید احمد خاں، نواب یوسف علی خاں دالی رام پور

صدیقی حسن خان بھوپالی، مولوی قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی بھی

آپ کے نادر شاگردوں میں سے ہیں۔

آپ کو اردو، فارسی، عربی، تینوں زبانوں پر یکساں قدرت حاصل تھی، اور

نمایندہ عمدہ شعر کہنے تھے آرزوہ تخلص تھا شاید اسی وجہ سے ہمیشہ فرط

عشق اور ولولہ محبت سے آرزوہ خاطر افسردہ طبع اور سپند برہاں رہتے

تھے، ساری عمر درس و تدریس میں مشغولیت کی وجہ سے تصنیف و تالیف

کی طرف زیادہ توجہ نہ کر سکے، جو کچھ بھی لکھنے کا موقع ملا وہ بھی بد قسمتی

سے ۱۸۵۷ء کی غدر میں صالح ہو گیا . مختلف تذکروں میں ان کے
بعض اختلافی مسائل سے متعلق چند ہی رسالوں کا نام ملتا ہے ،

• رسالہ منہی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرجال

• در المنصور فی حکم امرأۃ المفقور ،

• آجودہ کلثومہ • استغاثات ؛ آپ کے یادگار ہیں .

آپ نے رسالہ منہی المقال میں ابن شمیمہ و ابن خزم پر جنہوں نے بحسب
زعیم خود بروئے حدیث ، لا تشد الرجال ، کے قبورِ انبیاء و اولیاء کی زیارت کے
لئے سفر کو حرام لکھا ہے . بتقلید ایک جماعت فقہاء و محدثین شافعیہ^۲
ابن حجر مکی اور تقی سبکی اور قسطلانی وغیرہ کی بڑی تشبیہ کی ہے
اور ان کے عقائد کی مذمت میں بکری اور نویری سے عمدہ عمدہ اقوال
بھی نقل کئے ہیں .

اردو کلام غالباً شروع میں چند دن نصیر دہلوی کو دیکھا ہوا تھا . ان کے بعد
رحمت اللہ موسوم بہ اکبر الہ آبادی اور میر نظام الدین مہنوں سے اصلاح
لی ، افسوس کہ یہ ذخیرہ بھی ایامِ سوزش کی نذر ہو گیا .

ان کے بعض اشعار باعثِ شہرت درجہ ضرب المثل رکھتے ہیں مثلاً
یہ عمر اور عشق ہے آزرده جائے شرم ہ حفرت بہ بائیں چھپتی نہیں عہد شباب میں .

کامل اس فرقہ زیاد سے اٹھانہ کوئی ۵ کچھ ہونے تو یہی رنڈاں قد سے خوار ہوئے۔
 صاف اور سلیس زبان میں اظہار خیالات ان کا ہی طرہ امتیاز ہے۔ تعقید
 و خالی ان کے ہاں برا نام بھی نہیں۔ مختلف تذکروں میں تقریباً دُہرہ
 سو اشعار ملتے ہیں۔ اپنی میں سے چند ملاحظہ فرمائیے؛

اس درجہ جدائی سے کہیں جاں نکل جائے ۵ آزرده میر حق میں ذرا تو بھی دعا کر !
 یہ کہہ کے رختہ ڈالئے حجاب میں ۵ اچھے بُرے کا حال کھلے کہا تھا نہیں
 میں اور ذوقِ بادہ کشی لے گئی مجھے ۵ یہ کم نگاہاں بُری بزمِ شراب میں
 دامن اس کا تو بھلا دور ہے بادشتِ جنوں ۵ کیوں پیکار گریباں تو مراد رہیں
 صبح کے آئینہ اس بیت کو دکھایا ہم ۵ رات اعتبار سے ملنے سے جوا نکار سوئے
 اکثر شاعروں نے ان کی مدح میں قصیدے لکھے غالب کا قصیدہ ان کے
 کلیاتِ فارسی میں مولانا صدر الدین آزرده کے تذکرہ شعر تصنیف کرنے کا
 ذکر ہمیں صرف شیفۃ کے یہاں ملتا ہے۔ سودا کے ترجمے میں اسرار
 کہتے ہیں ۵

اشعار منتخب البشاش سودام بایں نگر بستہ کہ درجہ مرتبت عالی و مکانت ضخیم جلوہ ظهور
 و بدر علی ذالک ما قال شرف الافاضل مولانا صدر الدین المتخلص بہ آزرده در تذکرہ خود تو اس

لالہ سری رام نے بھی لکھا ہے ایک تذکرہ شعراء رنجتہ ان کی ناپید و ناپاب ہے۔
 حسن اتفاق سے اس تذکرہ کے ابتدائی ۲۲ صفحات کا ایک قلمی نسخہ کسی طرح

پسکرتی کالج کیمبرج انگلستان، کے کتب خانہ میں پہنچ گیا۔ (مخطوط نمبر ۵۹) آرزو نے اس کی ترتیب و تالیف میں معافی کے تذکرہ ہنری قائم کے مرتبہ مجموعہ نشر پر انحصار کیا ہے اور ستم یہ کیا ہے جہاں ان دونوں تذکروں میں مزید معلومات بھی ان دونوں تذکروں کے کسی حد تک عمدہ منتخب اعیان السعراء میں ان کا اس سے استفادہ کے آثار ملتے ہیں۔

شاہ احمد سعید مجددی

شاہ احمد سعید بن شاہ ابوسعید مجددی کی ولادت رام پور میں یکم ربیع الثانی ۱۲۱۴ھ میں ہوئی۔ آپ بڑے زبردست فقیہ محدث، مفسر جامع علوم شریعت و طریقت تھے۔ قرآن شریف کو اپنے والد سے حفظ کیا۔ اور علوم عقلیہ و نقلیہ مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین سے اور علم حدیث و تفسیر مولوی رشید الدین سے حاصل کیا۔ شاہ غلام علی فرمایا کرتے ہیں کہ شاہ ابوسعید شاہ احمد سعید شاہ رؤف اور مولوی بشارت اللہ اس زمانے میں ستونِ دین مجددی ہیں۔ اپنے والد کے وفات کے بعد دہلی میں رہ کر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ۱۲۸۵ھ میں جب دہلی میں غدر ہوا تو آپ مع اہل و عیال کے بیت اللہ

اشارہ حطین بنجار ص ۱

تشریف لے گئے۔ اور وہیں ۱۲۷۰ء میں وفات پائی۔
تاریخ وفات شاہ احمد سعید قدس سرہ

عارف اسرار حق احمد سعید • بادشاہ مملکت معرفت
وائلت بدلی قدم استوار • بادم جاں بخش مسما صفت
خالف مظہری از فیض او • محصب الوار و فلک منزلت
بر اثر شاہ غلام علی • کہ رہ سلوک رہ و طریقت
امر معروف نمودی بخلق • نبی عن المنکر والمعصیہ
بعد ازاں کرستم اہل یعنی • شہر در آمد بعجب تہلکت
رفت بہ نبوی حرمین شریفین • بود دودراں امکنہ باغافیت
در بلدہ طیبہ . . . مصطفیٰ ہ گشت رواں سوخاں فنا قیث
ہاتف غیبی ہے تاریخ او • غلغلہ افکند نکو آخرت ۱۲۷۰ء
(سعید حسرت عظیم آبادی ، قسطاس البلاغہ ص ۲۰۴ - ۲۰۸)

رباعی
چون شاہ احمد شاہ فخر کمال • رحلت فرمود یافت در خلد محل
پر منہ آکر سال وفاتش حشر • کو سہ شنبہ شہر ربیع الاول



فضل حق خیر آبادی

مولانا فضل حق بن فضل امام عمری خیر آبادی، خیر آباد میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ بڑے عالم فاضل، فقیہ محدث خصوصاً علم و ادب اور لغت و حکمت اور فلسفہ میں گویا امام تھے، آپ کا نسب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

علوم معقول و منقول اپنے والد ماجد مولانا فضل امام سے حاصل کی، منقولات کی تعلیم کے لئے شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہو کر مہارت پیدا کی، نہایت قوی الحافظ، ذکی و ذہین تھے، ہر سال کی عمر میں فراغت کے بعد کم سنی ہی میں تدریسی کام شروع کر دیا۔ علامہ اپنے عہد کے بے نظیر منطقی، فلسفی، ادیب اور صاحب تحقیق تھے، نابھیں ہر جگہ پڑھائی ہوئی، جھجر، ٹونک، الور اور سہارنپور میں مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ والی رامپور نواب کلب علی خاں کو آپ سے شرف تلمذ رہا رامپور میں آٹھ سالہ مع اعزاز و اکرام کے قیام کے بعد لکھنؤ میں "صدر الصدور" رہے۔ یہاں پہلے نظامت کے محکمہ پھر مراۃ عدالتوں پر مامور ہوئے، چونکہ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لیا تھا اس لئے حکومت نے باغی قرار دے کر جرم کی پاداش میں جزیرہ اندمان بھیج دیا،

فید کی حالت میں وہیں ۱۲ صفر ۱۲۷۹ھ کو آپ کا انتقال ہوا ۔

لصانف میں

رسالہ الجنس العالی شرح جواهر الغالی ، حاشیہ افق المبین ، حاشیہ المنہج ،
الشفاء ، حاشیہ شرح فاضل مبارک ، الہدیۃ السعدیہ ، رسالہ تشکیک ماہیات ،
عربی و فارسی میں نظم رائی و نشر فائز کہتے تھے ، چار ہزار اشعار آپ کے
شمار کئے گئے ہیں ۔ اور اکثر قصائد مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
ہجو کفار میں ہیں ۔

بقیہ لصانف میں ۔ رسالہ الکلی الطبعی ، العلوم والمعلوم ، رسالہ قاطع غور پائل
رسالہ تحقیق حقیقۃ الاسلام ، رسالہ روض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود ، رسالہ
امتناع النظر ، رسالہ التوزہ الہندیہ ، تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ ،
مجموعۃ العقائد ، قصائد فتنۃ الہندیہ ، رسالہ تحقیق الاجسام ، رسالہ الماہیات ،
اور تاریخ فتنۂ ہندوستان ہیں ۔ علامہ خیر آبادی نے عربی میں حریری
اور بدلیعی کے معارضے میں عمدہ اشعار لکھے ہیں ۔ البتہ التزام صنائع کی
وجہ سے کلام میں ثقل پیدا ہو گیا ہے ، جیسا کہ نواب صدیقی حسن خاں نے
لکھا ہے کہ اشعار کے الفاظ لطیف اور معانی نوکھے ہیں ۔ کاش تجنّس
اور اشتقاق وغیرہ صنائع اور غیر مالوس الفاظ کی کثرت نہ ہوتی ۔ آپ کے

عربی اشعار کی تعداد بقول سید عبدالحمی کے چار ہزار سے زائد تھی ، عربی کلام
صانع ہو جانے کے باوجود بھی ملک کی مختلف لائبریریوں میں معتد بہ مقدار
میں کلام محفوظ ہے ۔ مولانا کے کلام کا رنگ ملاحظہ ہو ۛ

نامور تلامذہ

اسماعیل میرٹھی ،	احمد الدین لاہوری
اسماعیل بن عبدالجلیل	شبلی نعمانی
عبدالجبار بن بدر الدین عمر لوری	عبدالرحمن سیہارنپوری
عبدالعلی میرٹھی	عبد الحمید فرای
عبداللہ ٹوٹکی	محمد بن احمد ٹوٹکی
محمد حسین کالپی	محمد عرفان یوسف بریلوی
مشتاق احمد انبہوی	نذیر احمد سہواری
سید محمد ساکن کالپی	خلیل احمد سیہارنپوری
سر سید احمد خان	مولانا حالی
وحید الدین سلیم ،	

عبد الجبار بن بدر الدین عمر نوری

آپ مظفرنگر (پوپی) کے ایک گھاؤں عمر پور میں پیدا ہوئے ، خوبصورت اور بلاغت کی تعلیم مولوی غلام علی قصوری ، مولوی عبدالعلی حنفی ، اور مولوی ابراہیم شیعہ پانی پتی سے حاصل کی ، کتب فقہ داصل مولانا مظہر نانوتوی اور مولانا احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوری سے پڑھیں ، اور فنون ادبیات کا درس مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے لیا ۔ علوم حدیث میں سید نذیر حسین محدث لاہوری سے رشد تلمذ رہا ۔

وہ ایسے ذکی الحس تھے کہ آخر عمر میں بصارت جانے کے باوجود درس و تدریس میں کوئی فرق نہیں آیا ۔ اور اخبار ضیاء اللہ ، کلکتہ کے ایڈیٹر رہے آپ کی تصانیف میں ۔

صمصامۃ التوحید فی رد الثقلید ، ارشاد السائلین فی مسائل الثلاثین ، تذکر الاقوام فی خطبۃ الجمعۃ فی کل لسان ، تبصرۃ الانام فی فریضۃ الجمعۃ ، الفائقۃ خلف الامام ، ارشاد الانام فی فریضۃ الفائقۃ خلف الامامؑ

► آپ عربی کے بھی شاعر تھے آپ کا ایک دیوان بھی موجود ہے

► آپ کی ولادت ۱۲۷۷ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۳۲ھ میں ہوئی ۔ ۱۹۱۴ء

عبد الرحمن سہارنپوری

عبد الرحمن بن احمد علی بن لطف اللہ حنفی الانصاری سہارنپوری،
 سہارنپور میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما ہوئی، علوم ادیبہ کی تکمیل مولانا
 فیض الحسن سہارنپوری سے کی۔ اور حاجی امداد اللہ مہاجرملکی سے شرفِ
 بیعت حاصل کیا۔ ایک مدت تک سہارنپور میں فرائضِ درس و تدریس
 انجام دیتے رہے۔ سہارنپور سے رختِ سفر باندھ کر کچھ دنوں اٹاوا میں
 مقیم رہا۔ پھر سید مہدی محسن الملک کے اصرار پر حیدرآباد کا رختِ سفر باندھا
 اور وہاں نواب خورشید جہاں بہادر کے طبیب خاص بن گئے۔ طب عثمانی کے
 نام سے ایک کتاب بھی تحریر کی۔ عربی شعروادب کا نگہرا ہوا ذوق رکھتے
 تھے۔ ، التحفة العثمانیہ، کے نام سے منظوم دیوان ہے۔
 حالِ مرحوم کی خواہش پر مشہور مرتبہ اندلس کے ہم وزن وفاقہ ہندوستان کی
 بنیادی کا ایک پُرورد مرتبہ لکھا تھا۔

۱۳۲۶ھ میں حیدرآباد میں سفرِ آخرت کیلئے کوچ کر گئے ۶

۶

عبد العلی میرٹھی

عبد العلی بن نصیب علی حنفی مضافات میرٹھ کے ایک گاؤں عبداللہ پور کے رہنے والے تھے ،

کچھ دنوں مدرسہ اسلامی دیوبند میں تعلیم حاصل کی بعدہ مدرسہ حسین بخش دہلی میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے ۔ قبل ازیں غالباً ۱۲۹۵ھ سے ۱۳۱۱ھ تک دارالعلوم دیوبند میں اور ۱۳۱۲ھ سے مدرسہ حسین بخش میں مادم حیات تدریسی فرائض انجام دیتے رہے ۔ ۱۳۴۰ھ میں وفات پائی اور مقبرہ شاہ ولی اللہ میں مدفون ہوئے ۔ بقول مولانا عبدالحکیم حسینیؒ موصوف حجة الاسلام مولانا نانوتوی ، مولانا احمد علی سہارنپوری ، فیض الحسن سہارنپوری کے تلمیذ ، جتد عالم اور دارالعلوم کے صف اول کے مدرسین میں سے تھے مولانا عبد العلی نہایت سادہ مزاج ، متواضع ملنسار مہمان نواز اور خوشحال بزرگ تھے ،

ان کا آبائی وطن شیخ پورہ (میرٹھ سے چھ میل کی مسافت پر واقع) تھا ، ان کے والد شیخ نصیب علی کو حجة الاسلام مولانا نانوتوی سے (مطبع ہاشمی میرٹھ میں نصیح کتب کا کام انجام دینے کے دوران سے ہی) گہرے مراسم تھے ہر جمعرات کی شام اپنی بہیلی (گھاڑی) کے ذریعہ نصیب علی آپ کو شیخ پورہ لے آئے ۔

دورانِ قیام لوگ کسب فیض و کمال کرتے اپنی امام آپ نے (عبدالعلی برہنہ) نے حجۃ الاسلام حج سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک موقع پر موصوف سے اپنا رشتہ تلمذ اور ان کے عادات و خصائل کا تذکرہ کرتے ہوئے ”حسن العزیز“ میں فرمایا ہے ۔ میں نے مولانا سے مقامات حریری ، سبب معلفہ اور کچھ نساں پڑھی ہے مولانا کے حسن برآؤ سے بہت نہیں چلتا کہ استاد ہیں۔ چنانچہ جب میں دہلی ۵ چلتا ہوں تو کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور ساتھ کر دیتے ہیں۔ بے لوث تعلق ہے کسی سے کچھ مطلب نہیں۔

مولانا عبدالحی حسنی لکھنوی نے ۱۳۱۳ھ میں دہلی اور اس کے اطراف کا سفر کیا تھا۔ اس موقع موصوف سے بھی ملاقات ہوئی تھی انہوں نے اپنی ملاقات کا حال سفر نامہ ”دہلی اور اس کے اطراف“ کے تحت اپنی روٹیاچی میں برصغیر ۵۷ تا ۶۰ بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت ج ۱۲ ص ۲۲۲

نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۲۶۷

مولانا انور شاہ کشمیری ، حیات اور کارنامے ، ڈاکٹر رضوان اللہ ، عبدالحلیم چشتی ،

امام العصر سید انور شاہ کشمیری ، ماہنامہ معارف اعظم کدہ ستمبر ۱۹۶۷ء

عبدالحی حسنی ، دہلی اور اس کے اطراف ، حسن العزیز از اشرف علی تھانوی ج ۲-۳ ص ۶۲-۶۵ (انجمن ترقی اردو دہلی ۱۹۵۸ء)

اسماعیل بن عبد الجلیل

آپ نے مختصرات تک کی تعلیم مولوی احمد حسن سے حاصل کی۔ پھر مولانا
فیض الحسن سہارنپوری سے علوم عربیہ کی تکمیل کی۔ صحاح و سنن مولانا قاسم
نانوتوی سے حاصل کی۔

القول الفریق فی تکذیب مثل المسح ، القول الصواب فی المولد والقیام جسی
کتابیں ان کی یادگار ہیں۔

محمد بن احمد ٹونکی

ٹونک کے اساتذہ کے سامنے مختصرات تک کی تعلیم مکمل کی۔ پھر مختلف
ممالک کا دورہ کیا۔ اور درسائے کی تکمیل مفتی لطف اللہ بن اسد اللہ اور دیگر
علماء سے کی، فیض الحسن رحمہ اللہ سے ادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی
آکر سید نظیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ انہوں
نے مختلف شروحات لکھی ہیں جن میں دیوان حماسہ، دیوان متنبی کی مشہور
ہیں۔ لامبۃ العرب^{للتغری} پر ایک حاشیہ تحریر کیا۔ عروض و نافیہ سے متعلق
الدراسۃ الوافیۃ فی العروض والنافیۃ، لکھی۔ شعر و ادب سے عملی گھاڑ تھا، ان
کے بہ چند شعر دلوں کو چھو لینے والے ہیں۔ نہایت سلیس و سہل ہیں۔

هواکم لقلی والجوی فی تمدد • وشوقی للقبایکم مقیمی ومفعدی
 الی القلب ان یسلو الاحبة مبالا • وان یرتضی نوما بجفن مسهد
 أنا حی نخوما طول اللیل لبلی کانتی • اطارت کری عینی لبله ارمدا •
 الی الله اشکو المشرکین ببلده • یلبت بها منکم بکرب وغریبه

>

محمد بن احمد ^{۱۲۴۳ھ} میں ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے ،
 محمد ٹونکی ^۲ ذکی دذہین اور فوی الحافظ تھے وہ خوش گفتار زود نگار، ماہر ادب
 اور لالعداد عربی اشعار کے حافظ تھے ۱۶،

محمد حسین کالیوی

محمد بن محمد ہادی علی احمد بن خیرات علی حسینی ترمذی ،
 کالی میں نشوونما ہوئی ، کچھ دنوں اپنے گاؤں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد
 کانپور آئے ، اور مولانا محمد علی حسینی کانپوری سے پڑھا پھر غازی پور
 کے لئے رخصت سفر باندھا ، جہاں فاروق عباس چرباکوٹی جیسے فاضل سے رشدا
 تلمذ استوار کیا . یہاں سے کچھ دنوں بعد لاہور چلے گئے ، اور مولانا فیض الحسن
 سہارنپوری کے زمرہ تلمذ میں شامل ہو گئے ، تکمیل تعلیم کے بعد مالوہ
 کے شہر سیہور کے ایک مدرسہ میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے . ایک

زمانہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر اُجپن چلے گئے جہاں تادم حیات
پڑھاتے رہے۔

بہت ہی خوش اخلاق، فاضل اور متبحر عالم تھے، حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی مدح میں انہوں نے اشعار بھی کہے ہیں ۴۴۴

محمد عرفان بن یوسف بریلوی

محمد عرفان بن یوسف بن یعقوب بن ابراہیم بن عرفان حسینی حسینی بریلوی
۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔ مختصرات تک کی تعلیم مولوی عبدالغفور، شیخ عبدالہالک
قاضی امام الدین سے حاصل کی۔ مزید تعلیم کی خاطر دیوبند کا سفر کیا۔ اور
درسیات کی بعض کتابیں مولانا محمود حسن دیوبندی، یعقوب بن مملوک علی نالوتوی
سے پڑھی پھر بھوپال کا سفر کیا۔ اور درسیات کی باقی کتابیں قاضی
عبدالحنی کابلی سے اور صحاح ستہ مفتی عبدالقیوم بن عبدالغنی برہان پوری سے
پڑھیں۔ اور قاضی حسینی بن محسن رمضانی سے اجازتِ حدیث حاصل کی،
نذیر حسینی محدث دہلوی سے بھی حدیث پڑھی پھر سہارنپور کا سفر کیا اور
مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے علم و فضل میں کمال حاصل کیا، ۴۵

•••••

مشتاق احمد انبھوی

(۱۳۶۰ - ۱۳۷۲)

مشتاق احمد بن خدمت بخش بن نواز شہ علیہ فنون

سہارنپور کے ایکہ گاؤں انبھہ میں پیدائش و پرورش ہوئی،

مولانا سعادت علی سہارنپورہ مولانا سید الدین دہلوی اور مولوی سید

محمد علی چاند پورہ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں اور سندھیت

فارسی عبدالرحمن بن محمد یوسف سے حاصل کی۔ علامہ فیض الحسن

سہارنپورہ سے بھی رشتہ تلمذ رہا۔

ان کی گراں قدر تصانیف میں :

تحفہ المنال باصلاح حسنہ المنال . الشہید فی اتباعہ التقلید .

قریرۃ العینہ بتحقیق رفع البدیع . أحسن التوضیح فی مسئلۃ الترادف .

المعراج الحسائی فی الرد علی القادیانی . تبشیر الاصغیاء باتباعہ صابہ

الأنبیاء . الضابطۃ فی تحصیل الرابطة . رفیعہ الطریقہ فی اصول

الفہم ؛ - - کے نام بطور خاص لئے جاسکتے ہیں ۔

تالیفات و تصانیف

- ♦ تحفہ صدیقیہ ، عروض المفتاح
- ♦ ریاض الفیض ♦ دیوان الفیض
- ♦ شرح سبعہ معلقہ
- ♦ شرح دیوان حمادہ
- ♦ فیضیہ ♦ علم مناظرہ (اردو)
- ♦ تعلیقات الجلالین
- ♦ حل ابیات بیضاوی
- ♦ دیوان حسان بن ثابتؓ کی ترتیب
- ♦ شفاء الصدور تحقیقی مجلہ کی ادارت
- ♦ مثنوی صبح عید (اردو)
- ♦ طراز فیض ♦ حاشیہ دیوان نابغہ الذبیانی
- ♦ فیض القاموس
- ♦ خلاصہ کتاب ابلائی
- ♦ نسیم فیض

تصانیف پر ایک نظر

مولانا نے علمی دنیا میں بادگار کے طور پر بہت سی تصانیف چھوڑی ہیں۔ جو متعلقہ موضوعات پر خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ اکثر ان میں سے ناباب یا کمپاب ہیں۔ آپ کی جملہ تصانیف میں تحفہ صدیقیہ، عروض المفاح، ریاض الفیض علی ابیات بیضاوی، شرح دیوان حاسہ، تعلیقات جلالین، طراز فیض، ترشیب دیوانِ حسان بن ثابتؓ، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تحفہ صدیقیہ

اس کتاب میں ۱۰ ام زرع، کی مشہور حدیث کی توضیح و تشریح ہے جسے مولانا نے نواب صدیقی حسن خاں کی فرمائش پر تحریر کی گئی ہے۔ ان کبارہ عورتوں کی دلچسپ اور عبرت آموز کہانی ہے، جنہوں نے آپس میں قسمیں کھائی تھیں کہ اپنے شوہر سے متعلق خبروں کو کسی طور پر نہیں چھپائیں گے۔

شارحین حدیث نے اس کی مختلف انداز سے توضیحات پیش کی ہیں۔ مولانا فیض الحسن ان سب سے مختلف انداز سے توضیح

وتشریح کی ہے۔ مستند اور کلاسیکی شعراء کے شعری اسناد
لفظی و لغوی اسناد و تجزیہ کی وجہ سے اس کی اہمیت بڑھ
گئی ہے۔ یہ کتاب ۶۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع
خورشید عالم لاہور سے ۱۲۹۵ میں شائع ہوئی تھی،

شرح دیوان الحامدہ (المعروف بالفیضی)

کتاب الحامدہ مختلف اصناف اور مختلف شعراء کے عربی اشعار کا مجموعہ
ہے۔ جسے ابو تمام (م ۳۳۶) حبیب بن اوس نے مرتب کیا
ہے۔ ابو تمام عباسی دور کا ممتاز شاعر خلیفہ ہارون الرشید اور معتمد
کے زمانے کا شاعر ہے۔ اس نے اپنے ذوق کے مطابق مختلف شعراء
کے اشعار جمع کر کے کتابی صورت دی ہے۔ اس انتخاب کو
زبردست مقبولیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے مختلف شرحیں
لکھی گئیں، جیسا کہ ابن جتی (م ۳۹۲) مرزوقی (م ۴۲۱)
اور خطیب تبریزی (م ۵۰۲) وغیرہ کی شرحیں خصوصاً قابل
ذکر ہیں۔ ہندوستان میں بھی شروحات لکھی گئیں مگر اس
کے باوجود مولانا کے ذہن میں شرح لکھنے کا خیال ہوا۔

جس کی وجہ مولانا نے کتاب کے ابتدائے میں لکھی ہے کہ دیوان
 حماسہ ایک زمانہ میں اسلامی مدارس میں مقبول و متداول
 رہی ہے ان کے اشعار کی توضیح و تشریح تبریزی نے کی ہے
 مگر طویل و ضخیم ہونے کی وجہ سے عام طالب علموں کے دسترس
 سے باہر ہے اس لئے میرے دل میں دیوان حماسہ کی شرح
 لکھنے کا جذبہ پیدا ہوا ، اور اس میں دیوبند و سپہانپور کے طلباء کی
 محبتوں کا بھی خاص دخل رہا ،

مولانا فیض الحسن صاحب نے اس کی تشریح عربی میں لکھی ہے
 اس کتاب میں تمام ترکوشش لفظی تشریح و توضیح ، مشکلات و
 مفصلات کی تفہیم و تسہیل ، شعری معانی ، سوانحی اشارات
 مع پس منظر پر مرکوز کردی ، احوال کے امتیازات و لغوات
 کو بھی پیش نظر رکھا ہے ۔ خصوصاً ان اسماء و انساب پر بحث
 کی ہے جن کی تفصیل مؤلف نے اور نہ کسی شارح نے بیان
 کی ہے اور ہر جگہ بتلادیا ہے کہ جس شاعر کے شعر درج
 کئے گئے ہیں وہ زمانہ جاہلیت کا ہے یا زمانہ اسلام کا ہے ۔
 اور اس شرح میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جن کا متقدمین

میں سے کسی نے ذکر نہیں کیا ہے . بہت سی جگہوں پر شبر نری .
 اغالی ، مقدمہ ابن خلدون ، ارضیات ابن خلدان ، کامل المبرد
 الاصابہ ، اسد الغابہ اور کئی دوسری کتابوں سے مدد لی گئی ہے
 اور صنادید عرب کی تحریروں سے مدد لی گئی ہے .
 مولانا کی یہ شرح جو الفہی ، کے نام سے شائع ہوئی ہے انتہائی
 جامع اور مفید ہے . آخر میں شارح مؤلف نے اس بات پر
 انتہائی افسوس کا اظہار کیا ہے کہ میرے بعض شاگردوں نے
 احسان و دیانت فروشی کرتے ہوئے اس شرح کو نقل کرتے وقت
 غوراً اساتذہ و تبدل کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا ہے جبکہ
 یہ کسی طرح بھان کے لئے مناسب و موزون نہیں تھا . حاشیہ
 سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مولوی عبد الجبار ملکاپوری تھے .
 آخری صفحات میں مصنف نے اپنی افراد با و وحدانیت
 کا تذکرہ کیا ہے جس سے شرح کی اہمیت و افادیت واضح تر
 ہو جاتی ہے مثلاً شعری مفاہیم کا لغت و توضیح . بشر شعراء
 کے سوانحی خاکے لکھی پس منظر ،
 مولانا شارح سہارنپوری کی یہ جامع شرح الفہی ، آٹھ سو صفحات

برمچیط ”مطبع نول کسور لکھنؤ“ سے ۱۸۷۷ء میں طبع و شائع ہوئی۔

عروض المفتاح

یہ کتاب علم عروض سے متعلق ہے مولانا ابوالعزیز سکاک کی تصنیف ہے۔ سکاک ”علم صرف، نحو، بدیع، بیان، معانی، اشتقاق، عروض، لغت، شعر، تفسیر، دعوت کو اکبر، طلسمات، سحر، کیمیا، خواص الارض، اجرام فلکی وغیرہ کے منہجر اور زبردست عالم تھے۔ انہوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سب سے زیادہ شہرت ”مفتاح العلوم“ کو حاصل ہوئی۔ جو بارہ علوم پر حاوی ہے۔ صاحب تلخیص نے اس کتاب کی تیسری قسم کو جو فن فصاحت و بلاغت میں ہے مختصر کر کے اس کا نام تلخیص رکھا، اور تفننائی نے اس کی دو شرحیں مطلق اور ”مختصر“ تصنیف کیں۔ یہ دونوں کتابیں ہمیشہ درس و تدریس میں شامل رہیں۔

مولانا سہارنپوری نے بڑی محنت اور لگن سے ”عروض المفتاح“ میں

اصل عربی متن کی تصحیح کی ہے۔ اور جگہ جگہ عربی زبان میں
کارآمد حواشی لکھے ہیں۔ جن سے مطالب کتاب سمجھنے
میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ کتاب مارچ ۱۳۰۲ھ / ۱۹۸۲ء
میں مطبع گلزار محمدی لاہور میں طبع ہوئی؛

حل ابیات بیضاوی

عبداللہ بن عمر نامہ الدین (م ۶۸۵ھ) نے ایک تفسیر "الواوۃ النزیلہ"
واسرار الناول کے نام سے لکھی ہے۔ قرآن کریم کی تفسیروں میں بیضاوی
کا خاص درجہ ہے۔ جو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل و
مبادل ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید
کی تشریح بالعموم لغت اور صرف و نحو کے اعتبار سے کی گئی ہے۔
اس کی بہت سی شرحیں منظر عام پر آئیں، ہندوستان
میں اس پر سب سے مقبول حاشیہ علامہ عبدالحکیم سہالکوٹی (م ۱۰۶۷ھ)
کا مانا جاتا ہے۔ مولانا فیض الحسن صاحب نے بھی طلبہ کی خاطر
اس کی ایک شرح لکھی جس میں قرآن پاک کی تشریح معانی
کے ساتھ تشریح استعارات (مذکور در بیضاوی) بھی کردی گئی ہے تاکہ

نسپہل فہم اور تبسیر حفظ ہو جائے۔

یہ کتاب ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ۱۲۷۱ / ۲ ۱۹۵۲ء میں مطبع
فخر المطابع دہلی سے طبع ہوئی۔

ریاض الفیض (شرح سبع معلقات)

سبع معلقات عربی کائنات چوٹی کے سات قصیدوں کا مجموعہ ہے جو زمانہ
جاہلیت میں کہے گئے تھے جنہیں آب زر سے فصلوں پر لکھوا
کر اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے خاندان کعبہ پر آویزاں
کر دیا گیا تھا۔ ریاض الفیض میں ان قصائد کی شرح کی گئی ہے
مقدمہ کے مطابق انہوں نے اس شرح میں مندرجہ ذیل
امور کا التزام کیا ہے۔

• ہر قصیدہ کے شروع میں صاحب قصیدہ کے مختصر حالات زندگی۔

• مخصوص دیکھانہ طرز میں اردو ترجمہ،

• ہر شعر کی پہلے لغوی تحقیق، نحوی حل،

• استعار میں آمدہ محاورات پر تحقیقی بحث۔

• قصیدوں میں اشارۃ / تفسیلی واقعات کا پس منظر۔

• اشعار کا اردو کے ساتھ فارسی میں ترجمہ .

مذکورہ مملوہات والنزومات کی بنیاد پر برملا کیا جاسکتا ہے
کہ یہ کتاب عربی فارسی و اردو تینوں زبانوں میں ہے . بنا برآ
بلند مقام کی حامل شرح کہی جاسکتی ہے .

مولانا نے اس شرح کی تکمیل ۱۲ رجبی الاول ۱۲۹۹ھ

۲۵ اپریل ۱۸۸۸ء میں فرمائی ،

یہ کتاب ۱۷۱ صفحات پر مطبع انجمن پنجاب لاہور سے

چھپی ہے .

تعلیقات جلالین

جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے جو ایک کثیر النصاب بزرگ ہیں علامہ جلال الدین محلی کے اشتراک سے ایک تفسیر لکھی جو "جلالین" کے نام سے مدارس اسلامیہ میں مشہور و داخل نصاب ہے۔

اس کی بہت سی عربی و اردو شروحات لکھی گئی ہیں۔ ہند میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد میں سلام اللہ (م ۱۸۱۳ھ) نے الکمالین کے نام سے حاشیہ، اور علامہ تراب علی نے "الہدایین" کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔

مولانا فہن الحسن سہارنپوری نے جلالین کے مشکل الفاظ و تراکیب کے حل کیلئے ایک شرح بنام "تعلیقات الجلالین" تحریر کی۔ بقول مولانا رحمہ اللہ، تفسیر جلالین، لفظی و معنوی اعتبار سے قرآن کی بہترین تفسیروں میں شمار ہوتا ہے، جو کہ کثرت سے پڑھی جاتی ہے۔ اس میں کئی ایسے معارف و صفات ہیں جن کی طرف ابھی تک لوگوں کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔

یہ دیکھ کر میں نے ارادہ کیا کہ اپنی کم ہمتی و کم فہمی کے باوجود اس کتاب کی شرح لکھوں۔ اللہ کا نام لیکر شروع کر دیا اور تکمیل تک پہنچا۔ ۱۸۷۰ء
-۔ میں علی گڑھ سے چھپی۔

ضوءُ المشکوٰۃ

حدیث کی مشہور و معروف کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ہے۔
جسے شیخ ولی الدین بن محمد بن عبد اللہ الخطیب البزیزی نے رمضان،
۵۷۳ھ / ۱۱۳۳ء میں مرتب کی تھی۔

یہ کتاب بین سو ابواب پر مشتمل ہے اور امام بخاری، مسلم، شافعی
احمد بن حنبل، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی،
اور بیہقی وغیرہ کی مستند احادیث کا انتخاب ہے۔

اس کی متعدد شرحیں مختلف زبانوں میں مختلف زمانوں میں تحریر کی
چاچکی ہیں۔ دریں ذیل مولانا فیض الحسن صاحب نے بھی اس پر
قلم اٹھایا اور نہایت عالمانہ شرح عربی زبان میں تحریر فرمائی۔
آخر تحریر ہیکہ ۲۵ رجب ۱۲۷۳ھ ۱۶ مئی ۱۸۵۶ء میں لکھا
بروز جمعہ،

لیکن افسوس کہ ابھی غیر مطبوعہ ہے اس کا مخطوط مولانا راج
کے پوتے مولوی نصیر الغزیز قریشی کے پاس سیارنپور میں موجود

دِلوانِ حسان بن ثابتؓ،

حضرت حسان بن ثابت الفزاری عرب کے مشہور صحابہ شاعروں میں تھے۔ جو ہجرت نبویؐ سے ساٹھ سال قبل ۵۶۲ء میں یثرب میں پیدا ہوئے اور ۶۸۲ء / ۶۶۳ء میں ایک سو بیس سال کی عمر پاکر مالکِ حفصی سے جا ملے۔ ابتداء میں انہوں نے امراءِ ملوک کی شان میں قصائد کہے اور بڑے انعام و اکرام حاصل کئے، لیکن جب نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت حسان مسلمان ہو گئے (رضی اللہ عنہ) اور تمام بادشاہان دنیا کو چھوڑ کر صرف بارگاہِ نبوت کے ہو کر رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حسان کے شعر اعداء کے لئے ہر سے زیادہ سخت ہیں۔ پھر آپؐ فرمایا کہ جب تک حسان (رضی اللہ عنہ) مدحِ رسولؐ میں لگا رہتا ہے روح القدس اس کی نائید کرتا ہے۔

مولانا فیض الحسن رحمہ اللہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالی ہے اور دِلوانِ حسان بن ثابت پر مفید و جامع حواشی عربی میں لکھے ہیں۔

یہ محنتی دِلوان مع متن ۱۸۷۸ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

مولانا کی شاعری کا جائزہ

مولانا فیض الحسن عربی فارسی اور اردو شبنوں کے باکمال ادیب اور شاعر تھے، شبنوں زبانوں میں کلاسیکی شاعری کہ کرانا لوبا منوایا ہے۔

امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے "نخلص خیال" تھا۔ ان کا اردو کلام کا مجموعہ "ظہار فیض" کے نام ان کے خلف مولوی رشید احمد نے شائع کیا تھا، لالہ سری رام نے اپنی تصنیف "خمیانہ جاوید" میں ان کی عظمت و وقعت کا تذکرہ و اعتراف کرتے ہوئے چند شعری نمونہ بھی درج کیا ہے وہ لکھتے ہیں "آپ کا کلام پرانے طرز کا ہے اس میں کوئی خاص جدت و ندرت نہیں اکثر و بیشتر فصائد و لغت کے علاوہ حاکمان بزرگان دین و رؤسائے ملک کی مدح میں اشعار ملتے ہیں۔" فیض الحسن خیال سہارنپور کے باشندے برے جید استاد اور فاضل و ماہر مانے جاتے ہیں۔ اورینٹل کالج لاہور میں پندرہ بیس برس تک علوم مشرقیہ کے پروفیسر رہے۔ پروفیسر آزاد کے ہم عصر تھے۔ سناہیکہ آج مولانا صہبائی کے نامور تلامذہ میں

مولانا سنبلی کو بھی مرحوم سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، چند شعر
بڑی جدوجہد کے بعد ہاتھ آئے جو بطور یادگار ہیںؔ

اس جفا پر بھی کی وفا ہم نے
کہا کہا تم نے کہا کہا ہم نے
کرتے ہیں زہر سے علاجِ فراق
خوب سوچی ہے یہ دوا ہم نے

چھوڑ کر ان کو بزمِ دشمن میں،
جو نہ سننا تھا وہ سنا ہم نے
کہتے ہیں جو بھی غنیمت ہے
جب کہا شکوہِ جفا ہم نے

روئے میں نہ تھا جو تیری آنکھوں کا قصور
آئے گلِ نرگس مرے دامن میں کہاں
کس نے لیا اس چاند سے رخسار کا بوسہ
یہ داغ لگا رخِ روشن میں کہاں
اڑنی تھی ابھی خاکِ گلستاں میں خدا
اک بار یہ بھول آگئے گلشن میں کہاں

نسیم فیض

اردو کے علاوہ فارسی میں بھی اچھی شاعری کی ہے

فارسی دیوان "نسیم فیض" کے نام سے ۱۹۰۳ء میں مطبع فیض
عام^(لاہور) سے ان کے خلیف مولوی رشید احمد نے چھپوایا تھا، فارسی کلام
کا رنگ وہی ہے جو ایک ایرانی خوش گو کا ہونا ہے ایسی ہی
بندش کی چستی، خیالات کی رنگینی، تراکیب کی تنوع، فقرہوں کا
درو بست اور الفاظ کا ترتم تمام دیوانوں پر حاوی ہے۔ ایسے
خیالات ادا کرتے تھے جو واقعی ان کے دل میں موجزن ہوئے
تھے۔ نواب صدیق حسن خاں (م ۱۸۸۹ء) نے شمع الجمن
میں منتخب شعری نمونے درج کئے ہیں جسے

زادہ بریں مناز کہ دنیا گزاشتم • ایں ہمت من ست کہ غمی گزاشتم
چو پائے خود بدامن راحت نمی گشتم • آسودگی بنفش کف پا گزاشتم
شرم آمدم کہ شکوہ درد جگر کنم • دست طبیب و پائے مسیحا گزاشتم
ایں است فیض صحبت پر مغاں کہ باز • زہد و صلاح و قہر تقویٰ گزاشتم

اسی مسئلہ کو غالب سچیدہ بندشوں سے اس طرح بیان کرتا ہے۔

طاعت میں تار ہے نہ مے، وانگہیں کی لاگ

روزخ میں دال دو کوئی لے کر بہشت کو

علامہ اقبال نے شاید اسی مضمون کو اس طرح نقل کیا ہے ،

زاہد کمال ترک سے ملتی ہے پاں مراد

دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیقی بھی چھوڑ دے

مولانا نے فارسی میں مثنویاں بھی کہی ہیں ، مولانا کی دو فارسی مثنویوں

کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سپہ زاہد حسین سہارنپوری کے کتباً

میں قلمی نسخہ کی صورت میں موجود تھیں ، مثنوی روز فیض اور

مثنوی چشمہ فیض ،

دیوان فیض

اردو و فارسی میں آپ نے لغت طبع کی خاطر شاعری کی ہے حقیقت

میں آپ کو عربی شغف تھا ، ہندوستان میں چند اہم اشخاص

صاحب دیوان گزرے ہیں ان میں ایک اہم نام فیض الحسنؒ

کا بھی ہے مولانا کی ادبی شہرت کا ضامن ان کا عربی کلام

ہے جسے علامہ حمید الدین فراہی نے "دیوان فیض" کے نام سے

حیدرآباد (دکن) سے ۱۳۳۲ھ میں شائع کیا تھا۔
 عربی کے مختلف اصناف میں انہوں نے شعر کہے ہیں۔
 ان کی شاعری کا موضوع مدح، مرثیہ لغت غزل ہیں۔
 قصائد کا طرز عرب جاہلیت کے پنج پر ہے۔ بامیں وجہ بھی کہ
 زمانہ جاہلیت کی شاعری ہی عرب شاعری کا معراج سمجھی جاتی
 ہے۔ آپؐ نے لغت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے
 بزرگوں اور محسنوں کے مدحہ قصائد بھی لکھا ہے مدحہ قصائد
 کے عنوانات میں نواب شاہجہاں بیگم، نواب صدیق حسن خاں
 (م ۱۸۸۹ء) نواب کلب علی خاں (م ۱۳۰۲ھ) بھی شامل
 ہیں۔

نواب کلب علی خاں کی مدح میں کہے گئے چند اشعار۔

سَمِعْتُ صَبَاً الْيَوْمَ صَوْتاً مِنَ الْكَدَرِ . فَهَا ۲ مِنَ التَّغْرِيبِ نَالِمُ الْكُنْ أَدْرِي
 فَنَمْتُ عَلَى فُورِي وَغَرَدْتُ مُطَرَّبًا . بَطَلَبِ عَلَى فَا نَ الْكَرِيمِ عَلَى قَدَرِي
 فَتَى حَبَّةٍ فَوْقَ الْجُدُورِ وَجَدَهُ . يَجِدُ مَحْبَذًا فَهُوَ عَيْنُ الْغَى الْبَدْرِ
 قُدُورٌ لَنْ مَرْفُوعَةٍ دَهْوَلا بَرَكِي . بِفَانِ لَنْ مَوْضُوعَةٍ دَهْوَلا بَرَكِي

ابوالصنف بقری کل من صیافۃ بأن . یحکمہ فی المرق واللحم والقد^ع
 ان کے علاوہ ایک اور عظیم ترین شخصیت نواب صدیق حسن خاں کی
 ہے ان کی علمی دادی حقیقت سے مولانا بہت متاثر تھے آپ
 کی شان میں کہے گئے چند شعر ملاحظہ ہوں :

آآل علی البشر وا تم البشر وا • بأن فنی منکم کریم وخیر •
 جواد کریم ارسلت قبل عارض • سری فغدا یدنو من الأرض بمطر
 کریم لئلا عز وفضل وسودر • وعرفی بہ یعلو ومجد ومفخر
 لئلا ذکر خبر فی الثواری وخیر • کثیر ولا ینفک ینمو ویکثر
 ترک کل صند یدسو وحولا • فبان ویکو بہ معنی ومنہر

نواب شاہجہاں بیگم کی مدح میں چند اشعار

منت فمنت بالوصال فمنت •

بالمیتھا ضعت بہ ما ضنت •

لغنی تحمل علی الصدور ولا ابث

إلا مطاوعة لها ما جنت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و لغت ہیں۔

اذا حسن سلی لیس منہا مراح

فیاحبہا زدن جوی فی جوانعی،

أری حبہا روحی وقد سیط من رنی

فما دمت حیالیں عنی پیارح^۱ لہ

مولانا نے بہت سے لوگوں کے مرثیے بھی کہے ہیں جن میں کچھ بزرگان^۲ کچھ دوست و اقارب بھی شامل ہیں۔ بزرگانِ دین میں سرفہرست مولانا فضل حق خیرآبادی اور احمد علی سہارنپوری (م ۱۲۹۷) وغیرہ اور دوستوں میں مولانا فاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷) مولوی احمد حسین مراد آبادی (م ۱۳۳۰) اور مولوی سلطان حسن اور اپنے چھوٹے بیٹے کی وفات پر مرثیے کہے ہیں۔

مولانا فضل حق خیرآبادی کی وفات پر بہت پرسوز اور دل انگیز مرثیہ لکھا ہے اور مولانا کی علمی و شخصی عظمت کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

لقد مات مولانا اللذی لا یماثلہ

أغر کریم النفس جتم فواضلہ

فواصلہ جم وغیر کاٹنےا • نجوم علیٰ أن ترانہن فضاءلہ
 لقد کان فاضل وعلم وحکمتا • لہ جمع عز ومنہا سائلہ
 لقد کان فہم کان راسا وھامتا • وماذا لک قولا باطلا انا قائمہ
 لقد کان تحریرا جلیلا ومقننا • لہادق من علم ففی مائلہ
 لقد کان بحرًا لوجعنا صفاتہ • لکان کتابا لہم کنا نداولہ
 لقد کان لہما کان ما کان والنفس • ہزم اذا لم تبین دلائلہ

ایسے ہی مولانا نے مولانا احمد علی سہارنپوری جیسے عظیم المرتبت محدث
 کی وفات پر پرسوز مرثیہ کیا۔

دھانی بختہ آمر مریح • منہاج مہ فواد لایہیج
 فلما ان تحقق أن توفی • الھمام حمامہ احتاج الاجیع
 ایا من کان یجوی الناس نفعًا • درجت ولم یغریب الدرج
 اور اپنے رفیق خاص مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی وفات پر
 جو اشعار کہے ہیں اس میں اپنے گہرے رنج صدمہ اور تعلق
 والفت کا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نخی ناعبا حبی الکریم فاسعنا

نعتا بدق المحل ھمة فصدا

جوادا جلیدا لورمنہ بجندل ۵ ہدا حارت لم تلفہ متصدعا
 سمعنا قعدنا اذا سمعنا لغیہا ۵ کمثل رماح لائراهن شرعا
 سمعت ولم اسمع ندا ولا صدی ۵ وهل یسمعن من کان مثلی مفجعا
 وکان معی دھرا ففرق بینہا ۵ فصرنا کان لم نبث لیلۃ معا
 مضی باسفا فی القول والفعل صادقا ۵ اعز کریم النفس ندیا سمیدعا
 مولانا نے اپنے بیٹے کی وفات پر یہ شعر کہے ، ۵

رزیت ابن حسن کان یلعب کالفہد

فمتر بہ ما کان احلی من الشہید

کتبت علی ان مات اذ صار لاعبا

ولم الکتب لومات اذ کان فی الہد

صبرت ولولا الصبر ما زلت باکیا

علیہ ولا البقیۃ شیا من الجہد

لقد حالت الافلا بین و بینہا

فلا برتبی بی عہدک وسہ عہدک

ثمت عن الدنیا لما نابنی بها

وان کان هذا الالعید من الزہد ۵

مک دیوان نبغی ۵ ۵ دیوان نبغی ۵

مولانا نے مرثیہ کے علاوہ شبِ روز کی کہانیاں اور زندگی کے اہم ترین واقعات کی طرف اشارہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ دل پہ گزری جانکشی کی روداد بھی شاملِ مرثیہ ہوئی ہے۔

بخی کوائف کو شعری رنگ دینے کے ساتھ ماضی کی جواں یادوں کو خوب صورت انداز سے پیش کیا ہے، ملاحظہ کیلئے چند اشعار ۛ

کاز الشباب وکنت خرا بالغا ۛ وشریبتہ عذابا فرانا سالفاً
عہدی بہ مرغی مریم امروعا ۛ ورعیتہ روضا خفیا رافضا
المنہ ان المال عاد ورائح ۛ وان الغنی مما تطیع الطوائع
ان الفتی من بعد ما فاته الغنی ۛ یعود کفص حصفتہ البورخ
ولاکن اصابتنی مررا کثیرا ۛ مصائب حتی استاصلی الخوج

مولانا نے شعراءِ جاہلیت کی طرح ہر عنوان کو موضوعِ سخن بنایا ہے چنانچہ مولانا نے ایک شہر کی ہجو کی ہے جہاں وہ بہت دنوں تک مقیم تھے اشعارِ ہجویہ پیش ہیں ۛ

لقد حللت علی بالی ولبالی ۛ ببلدہ ما بہا عمی ولا فانی

ببلد لا تترك فيها قتي كملت ۞ جبرامه وجليلنا ۞ عم البالي
 ببلده قد خلت من كل مكرمه ۞ وهل سمعتم بمصر فارغ خالي
 ببلده ما بها جهد ومأثره ۞ وما بها كرم النفس مفضالي
 اكبر مهم الدنيا ومبلغهم ۞ من الوسائل ما كانت الى الخالي
 ما كنت فيهم مقدور ولا قذر ۞ ولالديهم بمقلى ولا قلى
 لو كنت فظا غليظا جافا دليقا ۞ لكنت فيهم طرفا من الحال
 ما كان هذى الارض قاسيه ۞ قلوبهم كجلايد الاجيال
 لانت صخورهم ومالنت قلوبهم ۞ فلم ينال وزلت هم افعال

مولانا کی عربی شاعری کے متعلق رائے دینے سے پہلے ہندوستان میں عربی
 شاعری کا ایک مختصر سا جائزہ لینا زیادہ مناسب ہوگا

اس سلسلہ میں مولانا مسعود عالم ندوی (م ۱۹۵۲) کی رائے بہت
 اہمیت رکھتی ہے۔ کہ مسعود بن سعد بن سلمان لاہوری، قاضی عبدالغفور
 شریفی، احمد رضا بنسری، میر عبد الجلیل بلگرامی، سید طفیل محمد بلگرامی،
 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، آزاد بلگرامی، فضل حق خیر آبادی اور فیض الحسن
 سیار بنوری، جیسے فضلاء عربیت کے اساطین کہے جاسکتے ہیں جبکہ ان کی
 تربیت و پرداخت عربیت کی فضا سے مختلف ماحول میں ہوئی اور ان کا

وطن سرزمین عرب سے بہت دوری پر ہے اس لئے کوئی بھی
نقاد ان کے عربی کلام پر نقد کر کے کہا کچھ نکال سکتا ہے
جس کا ہمیں قطعاً افسوس نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ہندوستان
میں مختلف قوموں کے ربط و ضبط اور عربی ماحول سے بچانگی
وغیرہ ایسے صریح اسباب و علل ہیں جن کے پیش نظر نتیجہ
آسانی کے ساتھ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں عربی
زبان کو بلند مقام اور ادبی فنون کو خاطر خواہ فروغ حاصل نہیں
ہوا اس لئے ان حالات میں عربی شاعری کی حیثیت کا بلند
نہ ہونا کلام کا صنائع و بدائع سے ایک حد تک خالی ہونا، اور
اہل ہند شعراء کے کلام کا موزون و مقفی کے اعلیٰ درجہ پر
نہ ہونا جیسی خصوصیات ہیں۔

اسی سے ملتی جلتی رائے ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کی بھی ہے کہ
اس میں شک نہیں ہے کہ فطری شاعری جس خوبی سلاست
اور روان کے ساتھ اپنی مادری زبان میں شعر کہ سکتا ہے
اس سے بہ امید رکھنا کہ وہ ایک اجنبی اور خاص کر عربی

جیسی قدیم زبان میں اس طرح شعر کہے جس طرح اہل زبان کہتے ہیں درست نہ ہوگا۔ شاعر جس ماحول میں پلٹتا ہے اور جس زبان کے الفاظ سے اس کے کان عہد طفولیت میں آشنا ہوئے ہیں ان میں جذبات و خیالات کا اظہار ایک طبعی امر ہے ایک اجنبی زبان میں جس کا ماحول بندش اور ترکیب مختلف ہوئی ہے اپنی خیالات و جذبات کا ظاہر کرنا اکتسابی فعل اور مشکل امر ہے۔

اس کے باوجود ہندوستان کے شعراء نے جو قادر الکلامی دکھائی ہے وہ اہل زبان سے بھی خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔

۱۔ ایک حقیقت یہ کہ شعر کا معاملہ نثر کے مقابلہ میں بہت مختلف ہے عربی کے نثری ادب کے تناظر میں دیکھا جائے تو ہندوستان میں سید مرتضیٰ بلگرامی (م ۱۸۹۱ء) مصنف تاج العروس شرح قاموس، رضی الدین حسن صنعانی (م ۱۲۵۲ھ) مصنف العباب الزاخر، قاضی محمد اعلیٰ ٹھانوی صاحب کشف اصطلاحات الفنون جیسے جید علماء اور

عہد و جہد الدین عالی "عقد اللالی" بحوالہ حامد علی خان

ہندوستان میں عربی شاعری ص ۳۶۰

اور ادباء مل جاتے ہیں جن کی تحریریں عربی نثراد علماء و ادباء کے لئے بھی مشکل ہیں۔ ”مگر شعر جزبے دیگر است“ ہندی علماء کے یہاں عربی کلام میں حدودِ عجیبی اثرات پائے جاتے ہیں۔ اور بقول ڈاکٹر زبیر احمد ”یہاں کے بہترین شعراء بھی صرف عمدہ فنکار تھے جو حسین الفاظ سے کھیلنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکے۔“

وہی ہندوستان میں عربی کے بہترین شاعروں میں مسعود بن سعد سلمان، امیر خسرو، نصیر الدین چراغ دہلوی، قاضی عبدالقادر شریکی، احمد تھانیسری، شاہ احمد شرعی، محمد بن عبد العزیز مالاباری، سید علی خاں ابن معصوم، سید عبدالجلیل بلگرامی اور علامہ آزاد بلگرامی (صاحب مرآۃ الجمال) کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اس پس منظر کے بعد مولانا کی شاعری کے مطالعہ کے بعد مجموعی طور پر جو تاثر ذہن میں ابھرتا ہے وہ یہ کہ ان کی شاعری ہند نثراد عربی شعراء میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے اور محدود اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کے باوجود ان کا شعری کردار

عہ ڈاکٹر زبیر احمد ”عربی ادبیات میں پاک ہند کا حصہ“

بہت بلند نظر آتا ہے ۔ اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ انہوں نے
 مثنوی اور حماسہ کو ایک زمانہ تک مطالعہ میں رکھا ہے ۔ اور
 تعلیم بھی دی ہے ۔ اسی وجہ سے وہ عرب شاعروں کے
 افکار و خیالات اور محاسن کلام سے بہت مافوس ہو چکے تھے
 انہوں نے عربی شاعری میں بھی سادہ اور سہل الفاظ کا استعمال
 کیا ہے ۔ کلاسیکی شاعری سے متاثر ہونے کی وجہ سے ان
 کی شاعری کا رنگ کلاسیکل نظر آتا ہے مولانا سہارنپوری کی
 شاعری کے بارے میں نواب صدیق حسن خاں کا خیال ہے کہ
 ” در نظم عربی کا رزار شعراء عرب پیش بی برد و در پس فن بدبشنا
 می نماید “ اگرچہ اس تجزیہ سے مبالغہ کی بھنک آتی ہے
 تاہم اظہار عظمت جو کہ حقیقت ہے کا علم ضرور ہوتا ہے ۔



مثنوی صبح عید

یہ مثنوی مولانا نے اپنے زمانہ شباب میں سہارنپور کی ایک مشہور گانے والی طوائف عیدن کے نام پر لکھی تھی۔ اور دہلی کی ایک مجلس میں سنائی تھی۔ بعد میں اخوان الصفا لاہور کی طرف سے حافظ محمد دین شمیم لاہوری نے (مطبع مجبائی لاہور کے مالک) مطبع گلزار محمدی میں چھپوا کر ۱۸۸۲ء / ۱۲۹۱ھ میں شائع کی تھی،

مثنوی صبح عید میں ساڑھے گیارہ سو اشعار ہیں۔ ایک داستانِ عشق نظم کی ہے۔ کوئی معتد بہ قصہ نہیں لیکن نظم کے اکثر حصے لطیف ہیں۔ ایک بھول بسری یاد تازہ کرنے کے لئے چند شعر پیش ہیں، مثنوی تعریفِ عشق سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً :

عشق کہا ہے ایک بلا ہی آفت ہی • شور نہ گامہ قیامت ہی
ننگ و ناموس کو سیاہ کرے • زہد و سالوس کو تباہ کرے
یہ کسی جی کو جیتے جی نہ لکے • دوست کہا دشمنوں کو کئی لکے

• داستان کے چند شعر یہ ہیں۔

بہی دور چار رہ گئے باقی • شبنم و جام و مطرب و سانی
کر یک ایک تباہ گل درخشاں • آگئے سامنے سے مثل بہار

مولانا فیض الحسنؒ کے متعلق

اہل علم کی آراء

مولانا کے ادبی و علمی مرتبے کا تعین ان کے فنی شاہکاروں کے علاوہ ان جوہر قابل اور بگائے روزگار نلامذہ سے کیا جاسکتا ہے ان کی بلند مرتبت اور علمی عظمت کا اعتراف مشاہیر نے کیا ہے۔ متأخرین علماء نے ان کی عظمت تسلیم کی ہے۔ سید سلیمان ندوی کا ان کی بلند شخصیت کے بارے میں خیال ہے کہ : مولانا فیض الحسن اپنے زمانے کے اجمعی اور ابو تمام سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے پورے اسلامی دور میں قاضی عبدالودود کے علاوہ یہی ایک فرد تھا۔ جو عربی شاعری کا مذاق رکھتا تھا۔ ان کی شرح حماسہ اور دیگر ادبی تصانیف اس کی شاہد عدل ہیں۔ اور اب ان کا عربی دیوان بھی چھپ گیا ہے۔ جو اہل زبان کی ٹکر کا ہے۔

ایک جگہ اور شبلی نعمانی کے ذہل میں سید سلیمان ندوی نے ان کی عظمت کا بوں اعتراف کیا ہے۔ کہ مولانا فیض الحسن سیار پوری پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور اسی باپ کے ادیب تھے۔ کہ خاک بند نے صدیوں میں شاید کوئی

انتابڑا امام الادب پیدا کیا ہو۔

سید سلیمان ندوی، یاد رفتگان ص ۲۲

مولانا نے ہندوستان کے عربی ادب میں انقلاب برپا کر دیا۔ اور متاخرین سے نگاہیں ہٹا کر قدیم شعراء کی طرف متوجہ کیا۔ عہ
 بقول مولانا امین احسن اصلاحی: مولانا فیض الحسن اس وقت اور پٹنل
 کالج لاہور میں پروفیسر تھے، اور عربی ادب میں پورے ملک میں
 اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے ادب میں مولانا شبلی بھی ان ہی کے شاگرد
 تھے عہ

مولانا کی علمی شہرت کی وجہ سے دور دراز سے طلباء انساب و استفادہ
 کی خاطر آبا کرے تھے، اور اس وقت انساب و ایام عرب کے سلسلے میں
 ان کی کوئی نظر نہیں تھی، پنجاب میں مولانا کی وجہ سے علم و ادب کی
 محفلیں گرم رہتی تھیں،

بقول مولوی عبداللہ فریشی: ان کے دم قدم سے پنجاب میں اردو کا باغ لہلہا
 رہا تھا۔ ان کی موجودگی سے انجمن پنجاب کے مشاعروں میں بڑی رونق تھی،
 اور اپنے لائق شاگردوں کی معیت مشاعروں میں شریک ہو کر داد سخن دیتے^(۱)
 علامہ شبلی نے مولانا کی وفات پر عفت و گہری تعزیت پیش کرتے

ہوئے دردناک مرثیہ لکھا ہے جس کا ایک ایک لفظ عفت و محبت میں ڈوبا
 ہوا ہے۔ اور علمی عظمت سے بھرپور ہے مرثیہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

(۳) المعارف لاہور جولائی ۱۹۰۰ء ص ۶۶

(۱) حیات شبلی ص ۸۴
 (۲) مختصر حیات حمید ص ۳۳

” دریں آتشِ غمِ عذرم بند گرنالہ زن گرم • جہانے راجگر خون شدہیں شہانہیں گرم
 بہ نخبین صبری چند بفری مرناصح • دے بگذاں تادرمائے فیض الحسن گرم
 بمرگش علم و فن درنالہ بامن ہم نوا باشد • ہنر بر خویش گریہ چو من بی خویش گرم
 نگویم من تو خود انصاف دہ ناز کر کی آبد • عرب را زندہ کردن وانکہ از بند و سان برون
 سخن را اس چہیں شہرازہ بخت ناکر بواند • پس ازو کہ دفر معنی پریشان گشت و بریم
 بادج باہ آتش من خود ندیم در جہاں کس را • دریں پس مثل او ہرگز نہ بند چشم اختریم^۱

ان کے علاوہ مولانا حمید الدین قمرانی نے بھی مولانا کی شان میں ایک طویل عربی
 قصیدہ لکھا ہے۔ اور اپنے استاد سے گہری عقیدت ان کی عظمت و بلندی
 کا ثبوت و اعتراف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مولانا ایک جلیل القدر عالم، ادیب، لیبیب اور عظیم
 فنکار کی حیثیت سے ادبی دنیا میں جانے جاتے ہیں۔



۱۔ شبلی نعمانی، کلبات شبلی فارسی، ص ۴۴۴

ماخذ

مطبع و سن اشاعت

مصنف

کتاب

- (۱) الترتیب لقصیدۃ اللامہ ————— اعزاز علی
- (۲) انعام النعم ————— خلیل احمد سیارپوری (۳۱۳ ب)
- (۳) آبِ بستی چھ حصے ————— مولانا زکریا (سیارپوری ۸۴، ۱۳۸ ب)
- (۴) آثار الصنادید ————— سید احمد خان (نولکشور لکھنؤ ۱۹۰۰)
- (۵) اخبار الصنادید ————— نجم الغنی (۱۹۰۸ " ")
- (۶) ارشاد شرح بابت سعاد ————— ذوالفقار علی دہلوی (مجتبائی دہلی ۱۳۱۷/۱۹۰۰)
- (۷) اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ————— عبدالحی حسنی - (دارالمصنفین اعظمکدھ ۱۹۶۱)
- (۸) اکابر علماء دیوبند ————— مولانا زکریا - (فیصل آباد پاکستان ۱۳۹۸)
- (۹) انشائیہ بادشاہ ————— امیر احمد منبائی (تاج المطابع ۱۹۶۷ ب)
- (۱۰) البدیۃ السنیہ ————— ذوالفقار علی (مجتبائی دہلی)
- (۱۱) بذل المجہود فی حل ابی داؤد ————— خلیل احمد سیارپوری (مطبع مائی میرٹھ ۱۳۲۲)
- (۱۲) برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ ————— محمد اسحاق بھٹی (ادارہ ثقافت اسلام آباد لاہور)
- (۱۳) البراہین القاطعہ ————— خلیل احمد سیارپوری (۱۳۰۲ ب)
- (۱۴) تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند ————— فیاض محمود، عبد القیوم (پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۶۲)
- (۱۵) تاریخ دارالعلوم دیوبند ————— محبوب رضوی (جید پریس بلہاران دہلی ۱۹۷۸)
- (۱۶) تاریخ دیوبند ————— محبوب رضوی (دیوبند ۱۹۷۲ ب)
- (۱۷) تاریخ مظاہر علوم ————— شاہد سیارپوری (اشاعت العلوم سیارپوری ۱۹۷۷)
- (۱۸) تاریخی مقالات ————— خلیل احمد نظامی (۱۹۶۶)
- (۱۹) تاسیس دارالعلوم دیوبند ————— (ادارہ نشر و اشاعت دارالعلوم) ۱۹۷۹
- (۲۰) التحفۃ الصدیقیہ ————— فیض الحسن سیارپوری (خورشید عالم، لاہور ۱۹۷۵ ب)

مطبع و سن اشاعت

مصنف

کتاب

- (۲۰) الشیخ عثمانیہ ————— عبدالرحمن سہارنپوری (مخطوطہ ۲۸/۱۲۲ فن ادب عربی النساء)
- (۲۱) تذکرۃ الاغزاز ————— انظر شاہ کشمیری (دوبند، پوٹن پریس دہلی ۱۹۵۳ء)
- (۲۲) تذکرۃ الخلیل ————— عاشق الہی مرعفی (سہارنپور ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء)
- (۲۳) تذکرۃ الرشید ————— " " (عاشقہ قیصر گنج روڈ مرہٹہ)
- (۲۴) تذکرہ دارالعلوم ————— نھرا الدین ہاشمی (حیدرآباد ۳۶۳ (ج۱))
- (۲۵) تذکرۃ الرشید ————— حافظ الہی مرعفی (بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ۱۳۲۶ھ)
- ۲۶ - تذکرۃ العابدین ————— نذیر احمد دہلوی (دلی پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۳۳ھ)
- ۲۷ - تذکرہ علماء ہند ————— رحمن علی ترجمہ ابوبقادر (مشہور آفسیٹ پریس کراچی ۱۹۶۱ء)
- ۲۸ - " الصالحین ————— عبدالحلیم نقاری (دارالافتاء پانی پت)
- ۲۹ - " فضل الرحمن گنج مراد آبادی ————— ابوالحسن علی ندوی (نذوۃ العلماء لکھنؤ ۱۹۵۸ء)
- ۳۰ - " مشائخ دہلوی ————— مولانا اسلام الحق (محبوب پریس دہلوی ۱۳۹۸ھ)
- ۳۱ - " مشائخ ہند ————— " " (" ")
- ۳۲ - شہیل البیان شرح دیوان مثنوی ————— ذوالفقار علی (مجتبائی دہلی ۱۳۲۵ھ)
- ۳۳ - تذکرہ اہل دہلی ————— قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی
- ۳۴ - التعليقات الجلالین ————— فیض الحسن سہارنپوری (علی گڑھ ۱۲۸۷ھ)
- ۳۵ - التعليقات علی السبع المعلقات ————— ذوالفقار علی دہلوی (مجتبائی دہلی ۱۳۲۶ھ)
- ۳۶ - الترجمة الهندیہ لقصیدۃ الاخلاق ————— اغزاز علی (جہانگیر پریس ۱۳۲۳ھ)
- ۳۷ - التعلیق علی تلخیص المعانی ————— اغزاز علی (رحیمہ دہلوی ۱۳۹۶ھ)
- ۳۸ - التعلیق علی عروص المعانی ————— " " (" ")
- ۳۹ - " علی دیوان الحماسہ ————— " " (مکتبہ السلفیہ ۱۹۶۵ء)
- ۴۰ - " علی دیوان المثنوی ————— " " (رحیمہ اردو بازار دہلی ۱۳۷۳ھ)

- ۱۔ التعلیق علی شرح النفاہ — اعزاز علی (مکتبہ اعزاز، دہلی ۱۹۳۲ء)
- ۲۔ التعلیق علی التماثل للثرمدی — ”
- ۳۔ علی کنزالدقائق — ” (رحیمہ دہلی ۱۳۹۸ھ)
- ۴۔ مخضر القدوری — ” (امداد، ” ۱۳۹۳ھ)
- ۵۔ نور الابحاح — ” (” ” ۱۹۴۷ء)
- ۶۔ تنشیط الآذان فی تحقیق محل الآذان — جلیل احمد سہارنپوری
- ۷۔ التورۃ النہدیہ — فضل حق خیر آبادی (مدینہ پریس، بکینور)
- ۸۔ الحیدر المقل — شیخ الہند محمد حسین
- ۹۔ حاشیہ معنی الطالبین — اعزاز علی
- ۱۰۔ حاشیہ ابن ماجہ — ”
- ۱۱۔ حل ابیات بیضاوی — فیض الحسن سہارنپوری (فخر المطابع دہلی ۱۹۵۲ء)
- ۱۲۔ حیات النور — ازہر شاہ قمر (شاہ منزل دہلی ۱۹۵۵ء)
- ۱۳۔ حیات نبوی — سلیمان ندوی (معارف اعظم، لاہور ۱۹۲۳ء)
- ۱۴۔ حیات شیخ الہند — اصغر حسین دہلوی (اصغر، دہلی ۱۹۲۹ء)
- ۱۵۔ حیات اعزاز — عبدالاحد فاسمی (آرٹ پریس، دہلی ۱۳۷۴ھ)
- ۱۶۔ حیات جلیل — نان حسن ندوی (نور پریس، لاہور)
- ۱۷۔ خزانہ جاوید — لالہ سری رام (دہلی ۱۹۱۷ء)
- ۱۸۔ دارالعلوم دہلی کی سو سالہ زندگی — طبیب دہلوی (دارالعلوم دہلی)
- ۱۹۔ داستان تاریخ اردو — حامد حسن قادری (آگرہ ۱۹۴۴ء)
- ۲۰۔ دیوان حسان ابن ثابت — فیض الحسن (لاہور ۱۸۷۸ء)

- کتاب
- مصحف
- مطبوع سن اساعت
- ۶۱ - دیوان فیض ————— فیض الحسن سہارنپوری (حیدرآباد ۱۳۳۲ء)
- ۶۲ - دائرہ معارف ————— بطرس ابن بولس (دانش شاہ پنجاب ۱۹۶۰ء)
- ۶۳ - ریاض العین ————— فیض الحسن (انجمن پنجاب لاہور ۱۸۸۱ء)
- ۶۴ - سوانح شیخ الادب ————— افتخار علی (دہلی ۱۳۴۲ء)
- ۶۵ - سوانح قاسمی ————— مناظر احسن گیلانی (دارالعلوم دہلی ۱۳۴۳ء)
- ۶۶ - برت احمد شہید ————— ابوالحسن علی ندوی (نامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۹ء)
- ۶۷ - شمع انجمن ————— نواب صدیق حسن (شاہجہان پھول ۱۲۹۳ء)
- ۶۸ - شرح دیوان الحماسہ ————— فیض الحسن سہارنپوری (لولکسٹور لکھنؤ ۱۸۷۷ء)
- ۶۹ - شرح دیوان حماسہ ————— ذوالفقار علی (مجنباں دہلی ۱۸۹۰ء)
- ۷۰ - شاہ ولی اللہ اور ان کے سیاسی مکتوبات ————— خلیق احمد (نفس منزل علی گڑھ ۱۹۵۰ء)
- ۷۱ - صبح بہار ————— فاضی قادم حسن علوی (پریس لکھنؤ ۱۹۱۸ء)
- ۷۲ - منوہ المشتکوہ ————— فیض الحسن (غر مطبوعہ ۱۳۴۳ء)
- ۷۳ - ظفر الموصلیں باحوال المصنفین ————— محمد حنیف ٹٹوی . (حنیف بک پوڈو پوڈ ۱۹۸۰ء)
- ۷۴ - عربی ادبیات میں پاک و نیک کا حصہ ————— زبیر احمد (کلب روڈ لاہور ۱۹۸۷ء)
- ۷۵ - عربی زبان و ادب عہد مغلیہ میں ————— شبیر احمد قادری (نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۸۲ء)
- ۷۶ - عربی علوم و فنون کے ممتاز علماء اور ان کی علمی خدمات ————— یونس نگرانی (لکھنؤ ۱۹۷۹ء)
- ۷۷ - عطر الوردہ فی قصیدۃ البردۃ ————— ذوالفقار علی (مجنباں دہلی ۱۳۱۵ء)
- ۷۸ - عروض المفاتیح ————— فیض الحسن (گلزار محمدی لاہور ۱۳۰۲ء)
- ۷۹ - علماء حق ————— سید محمد میاں (دہلی ۱۳۴۷ء)
- ۸۰ - علماء دہلی اور علم حدیث ————— حبیب الرحمن (دارالعلوم دہلی ۱۹۸۰ء)

مطبوع و سن اشاعت

(مجمعہ پریس دہلی ۱۹۳۶ء)

(عین الاخبار مراد آباد)

(جہانگیر علوی پریس بریلی ۱۳۲۳ھ)

(معارف اعظم گڑھ)

(معارف " ۱۳۵۳ھ)

(مطبوع فاسمی دہلویہ)

(لاہور ۱۹۵۸ء)

(بدایوں ۱۹۳۶ء)

(کراچی ۱۳۷۶ھ)

(دہلویہ ۱۹۸۰ء)

(معارف اعظم گڑھ)

(۱۳۰۸ھ)

(مجبائی لاہور ۱۸۸۲ء)

(مفتی عام آگرہ ۱۸۹۳ء)

(معارف اعظم گڑھ)

(انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۲۵ء)

(مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۷۷ء)

(فہرست عام لاہور ۱۹۰۳ء)

(داثرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۹۰ھ)

(اغرازیہ دہلویہ ۱۹۸۳ء)

مصنف

۸۱ - علماء ہند کا ستارہ مافی ————— سید محمد میاں

۸۲ - قصائد فاسمی ————— فاسم نانوتوی

۸۳ - قصیدہ مرثیہ ————— اغرازی علی

۸۴ - کلمات سبلی ————— سبلی نعمانی

۸۵ - طہ رعنہ ————— حکیم عبدالحی

۸۶ - لامبہ المعجزات ————— حبیب الرحمن عثمانی

۸۷ - موج کوثر ————— شیخ محمد اکرام

۸۸ - مسلمانوں کا روشن مستقبل ————— محمد طفیل منظور

۸۹ - مشاہیر جنگ آزادی ————— نظام الدین شہابی

۹۰ - مشاہیر علماء دارالعلوم دہلویہ ————— مفتی فطیر الدین

۹۱ - مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں ————— محمد عمران

۹۲ - مطرفہ الکرامہ علی مرآۃ الامامہ ————— خلیل احمد سیار پوری

۹۳ - منہج صبح عید ————— فیض الحسن (مجبائی لاہور ۱۸۸۲ء)

۹۴ - مجموعہ نظم ————— سبلی نعمانی

۹۵ - مختصر حیات حمید ————— عبد الرحمن اصلاحی

۹۶ - مرحوم دہلی کالج ————— مولوی عبدالحق

۹۷ - مفتی صدر الدین آزرہ ————— عبد الرحمن اصلاحی

۹۸ - نسیم فیض ————— فیض الحسن

۹۹ - نزیہ الخواطر ————— عبدالحی الحسنی

۱۰۰ - لغۃ العرب ————— اغرازی علی

- کتابہ ————— محمد یوسف بنوری (جید برقی پریس دہلی ۱۹۳۶ء) مطبعہ حسن اشاعت
- ۱۰۱ - نقش حیات ————— حسن احمد مدنی (دہلی ۱۹۵۲ء)
- ۱۰۳ - ہندوستانی کی عربی شاعری ————— حامد علی خاں (مخزن آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی)
- ۱۰۲ - ہندوستانی مفسرین اور ان کی تفسیریں ————— محمد سالم قدوائی (علی گڑھ)
- ۱۰۵ - ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں ————— ابوالحسنات ندوی (اعظم گڑھ ۱۳۹۱ھ)
- ۱۰۶ - ہدایۃ الرشید الی اخیام العنید ————— خلیل احمد سہارنپوری (۱۳۰۶ھ)
- ۱۰۷ - یاد رفتگان ————— سید سلیمان ندوی (دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۸ء)

منصامیں

- ۱ - حقانی الفاسمی : " دارالعلوم دہلیہ الہم علمی ادارہ " قوی آواز لکھنؤ (منہجہ) ۱۹۹۱ء
- ۲ - محمد اسماعیل بانی پتی : " ادیب اور مصنف " نقوش پاکستان فروری ۱۹۶۲ء
- ۳ - محمد عبداللہ فریشی : " مولانا فنن الحسن سہارنپوری " المعارف لاہور جولائی ۱۹۷۷ء
- ۴ - شیخ نذیر حسن : " مولانا فنن الحسن ادیب و شاعر " معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۹۰ء

رسائل کے خصوصی شمارے

- ۱ - ماہنامہ " الفاسم " دہلیہ " دارالعلوم دہلیہ نمبر " ۱۹۲۷ء
- ۲ - ماہنامہ " الرشید " شاہپورال " دارالعلوم دہلیہ نمبر " فروری مارچ ۱۹۷۶ء
- ۳ - ماہنامہ " البلاغ مجلی " " تعلیم نمبر " ۱۹۵۵ء